L'17652 Q-12-09.

Title - ANWAAR-E-ADAB.

Creator - SAYYED WAQAR AZEEM

Publisher - Narain Publishing House. (Lucknow).

Date - 1932.

Pages - 144

Subjects - Urdu Adab - Mazameen.

انوارِ ادب

برائے جماعتہائے سوم و چہارم مدارس ورنیکلر و اینگلو ورنیکلر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

مؤلفہ

مولوی سیّد وقار عظیم بی، اے

قیمت ۶ر

پبلیشر ناراین پبلشنگ ہوس لکھنؤ

پرنٹر ادبی پریس لکھنؤ

سنہ ۱۹۳۲ء

کاغذ کتاب	۲۰ × ۳۰ / ۱۶	وہائٹ پرنٹنگ	=	۲۸ پونڈ
کاغذ سرورق	۲۰ × ۳۰ / ۱۶	رنگین	=	۶۰ پونڈ

طریقۂ تعلیم

یورپ کے بڑے بڑے ماہرین تعلیم کی رائے میں اس امر کے متعلق اختلاف ہے کہ ادبیات کی تعلیم کا بہترین طریقہ کیا ہے، ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ عبارت کے ادبی محاسن کو ذہن نشین کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ عبارت کے لفظ لفظ کی تشریح کی جائے اس طرح کہ طالب علم کو الفاظ کے استعمال اور ان کے معانی پر اچھی طرح عبور حاصل ہو جائے اس کے بعد وہ اس عبارت کی ادبی خوبیوں کا صحیح اندازہ کرسکے گا اور اس سے لطف اندوز ہوگا،

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ مادری زبان میں اس طرح لفظ لفظ کی تشریح کرنے اور بال کی کھال نکالنے سے طالب علم کو اس عبارت سے قطعی دلچسپی پیدا نہیں ہوسکتی، فرض کیجئے ہم ایک بچے کو یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ وہ ستارے کے حسن سے لطف اندوز ہو اور اس مقصد کے لئے ہم اس کو علم ہیئت کی رو سے جو کچھ ستاروں کی بابت معلوم ہوا ہے وہ سب بتا دیں تو ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا علم اس کیفیت اور اس استعجاب اور اس دلچسپی کو زائل کر دے گا جو بغیر ان باتوں کے معلوم ہوئے صرف ستارے کو دیکھ کر پیدا ہوسکتی تھی،

اُردو ادب کی تعلیم میں ہمارے یہاں عموماً پہلے گروہ کا اتباع کیا جاتا ہے یہ طریقہ ایک حد تک اچھا ضرور ہے لیکن اس سے طالب علم کے اندر کوئی ادبی ذوق پیدا نہیں ہوتا، اس لئے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ دونوں گروہوں کے بین بین راستہ اختیار کیا جائے،

اس کتاب کے ذریعہ طلبا پہلی مرتبہ اُردو ادب سے روشناس ہونگے، اس لئے مدرس صاحبان کو نہایت احتیاط اور توجہ سے کام لینے کی ضرورت ہے، اس حقیقت کو پیش نظر

رکھنا چاہیئے کہ ادب کا اوّلین اور اہم ترین مقصد تفریح خاطر ہے، "انوارِ ادب" کی ترتیب میں اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ بچوں کی دلچسپی برابر قائم رہے، ان کی قوت تخئیل کو عمل پیرا ہونے کا موقعہ ملے، ان کے استعجاب اور تحیّر کا وصف برقرار رہے، ان کے اندر تفتیش اور تحقیق و جستجو کا مادّہ پیدا ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ ان کو ہر سبق سے اپنی بساط کے موافق معلومات حاصل ہونے کے علاوہ مسرت اور انبساط بھی حاصل ہو،

مدرس صاحبان کو چاہیئے کہ سب سے اوّل طلبا سے سبق کی عبارت پڑھوائیں اور الفاظ کا تلفظ اور پڑھتے وقت آواز کا اتار چڑھاؤ اور لفظوں پر باموقع زور دینا، ان سب باتوں کا خیال رکھیں، اس کے بعد طلبار کی مدد سے سبق کے ایک ایک پارے کی تشریح کریں، تشریح کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ طالب علم از خود اپنی کوشش سے عبارت کا مفہوم سمجھے، طالب علم کی اِس کوشش میں مدرس جس قدر کم دخل دے اسی قدر بہتر ہے، اس کے بعد جس قدر اجنبی اور غیر مانوس الفاظ عبارت کے اِس ٹکڑے میں استعمال ہوئے ہیں تختۂ سیاہ پر لکھ کر ان کی تشریح کرنا چاہیئے اور انھیں فقروں میں استعمال کرانا چاہیئے تاکہ ان کا محل استعمال طلبار کے ذہن نشین ہو جائے،

ہر سبق کے آخر میں متعدد سوالات دیئے گئے ہیں، جب سبق ختم ہو جائے تو تختۂ سیاہ پر ان سوالات کو طلبار کی مدد سے حل کرنا چاہیئے، ان سوالات کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ طلبا کو اپنی زبان میں اظہار خیال کی مشق ہو جائے، اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ہر سوال کا جواب مکمل ہو، تجربہ سے معلوم ہوگا کہ طلبار سوال کے جواب میں پورا فقرہ نہیں کہتے، اِس عادت کو چھڑا دینا چاہیئے۔

مؤلف،

فہرست مضامین

ایک بے تکلف دوست

(۱) ایک شخص نے اپنے ایک دوست کی دعوت کرنی چاہی اور اُس سے کہا کہ "مدّت ہوئی، آپ نے اور ہم نے ساتھ کھانا نہیں کھایا۔ آج غریب خانہ پر شام کے وقت ماحضر تناول فرمائیے۔"

(۲) دوست نے کہا "اس تکلیف اور تکلّف کی کیا ضرورت ہے۔ دال دلیا جو روز میسر آتا ہے وہ بھی آپ ہی کا ہے۔" اُس نے کہا۔ "یہ سب آپ کی عنایت ہے۔ محبت میں تکلّف و تکلیف کو کیا دخل۔ نان و نمک جو موجود ہوگا، حاضر کر دونگا۔ اس میں آپ اصرار نہ کیجیے اور میری درخواست قبول فرمائیے۔"

(۳) دوست نے کہا "خیر آپ کی خوشی اسی میں ہے"

تو مجھ کو کیا انکار ہے۔" پھر اُس شخص نے کہا کہ جب آپ نے
براہِ عنایت دعوت منظور کر لی ہے۔ تو جو چیز آپ کو مرغوب
ہو، ارشاد کیجیے۔ وہ تیار کرائی جائے۔" دوست نے کہا
"دیکھیے! پھر آپ نے تکلف شروع کیا۔"
(۴) اُس نے کہا "یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ تکلّف کی
اس میں کیا بات ہے۔ جو چیز آپ کو پسند ہو گی اُسکی عوض
میں اپنی خواہش کی چیز کم کر دونگا۔" دوست نے کہا "نہیں
دعوت میں فرمائش کبھی نہیں ہو سکتی۔" اس نے کہا "معاف
رکھیئے۔ جو کچھ آپ کے یہاں آئے دن پکتا ہے ہزار نعمت
ہے۔ اسی کو میں رغبت کے ساتھ کھاؤنگا۔" پھر اُس شخص
نے کہا۔ کہ "کچھ تو فرمائیے۔"
(۵) دوست نے کہا "فرمائش کی تو میں کچھ ضرورت نہیں
دیکھتا۔ میں جانتا ہوں کہ قورمہ، قلیہ، کباب، پلاؤ، فرنی
زردہ، پراٹھے، شیرمال یہ معمولی چیزیں تو ضرور ہی ہونگی۔
ایسا ہی آپ کو خیال ہے تو باقرخانی، متنجن، دو چیزیں اور
سہی۔ بالائی تو بے کہے دسترخوان پر ہوگی۔ زردے کا جوڑ
ہے۔ رہی میری رغبت۔ تو سموسے اور سیب کا مربہ،

چاشنی دار چٹنی، بشرطیکہ عرق نعناع میں بنی ہو۔ بس یہ چیزیں کافی ہیں۔"

(۲) "ہاں آپ کو پیٹھے کی مٹھائی مطبوع ہے۔ اپنے واسطے منگوا لیجیے گا۔ میں بھی تبدیل ذائقہ کے لئے دو چار ڈلیاں کھا لوں گا۔ اس سے زیادہ اور جو کچھ آپ سامان کرینگے وہ تکلف ہے۔ اور میں کسی طرح تکلف کو جائز نہیں رکھتا آپ تو میری عادت سے واقف ہی ہیں۔"

(نذیر احمد دہلوی)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ اس حکایت میں کس بات کو مصنف نے بے تکلفی سے تعبیر کیا ہے۔

۲۔ بتاؤ کہ تکلف کسے کہتے ہیں۔ کیا تمہارے نزدیک روزانہ زندگی میں ایسے مواقع بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جب کہ تکلف ناگزیر ہو۔

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور اُنھیں فقروں میں استعمال کرو۔

ما حضر، تکلف، براہ عنایت، رغبت کے ساتھ، عرق نعناع، شیرمال، سموسہ، فرمائش۔

مرغی اور اُسکے بچے

شام ہے اور اندھیرے کا وقت ہے پرندوں کے بسیرے کا وقت
اب ہے پانی کی نہ دانے کی تلاش جسکو ہے اپنے ٹھکانے کی تلاش
رات بھر جب کہ گزر جائے گی اور اُجالے کی گھڑی آئے گی
سُنیو تم اُٹھ کے سویرے سے ذرا یہ جو ہے گھر میں تمھارے مرغا
پھڑپھڑاتا ہے پر و بال کو کیا جھاڑ دیتا ہے وہ سستی گویا
اور سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں چیختا زور سے ہے "ککڑوں کوں"

دن نکلتے ہی اُدھر مرغی بھی فوج بچّوں کی لئے نکلے گی
تاکہ وہ صبح کا کھائیں کھانا رات بھر کے ہیں بے آب و دانا
چونچ سے دیگی وہ مُنہ میں اُنکے جو پڑے پائیگی دانے دُنکے

ٹکڑے روٹی کے ہوں یا ہو دانہ ہے غذا اُن کی یہی روزانہ
مینہ برستا ہے تو بچے اُس کے آ دبکتے ہیں پروں میں سارے
چین سے اُن میں چھپے رہتے ہیں ماں کی چھاتی سے لگے رہتے ہیں
مرغی جس طرح کہ ان بچوں کی کرتی ہے شام و سحر رکھوالی

بس اسی طرح سمجھ لو کہ خدا ہے ہماری بھی حفاظت کرتا

(حالی)

سوالات

۱- اس نظم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اُن کو اپنے الفاظ میں بیان کرو اور بتاؤ کہ اس نظم سے شاعر نے کیا نتیجہ نکالا ہے۔

۲- مرغیاں پالنے کے فائدے اور نقصانات بیان کرو۔

۳- مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو۔

بسیرا، آب و دانہ، پڑا پانا، چھاتی سے لگنا، رکھوالی کرنا،

ایک سوداگر کا نورجہاں کو جنگل میں پانا

(۱) جب میرزا غیاث اور اُس کی بی بی نے اُس معصوم بچّی کو سنسان جنگل میں خدا کے سپرد کیا۔ تو خدا کی رحمتوں نے اُس کو اپنی حفاظت میں لیا اور کہا کہ اے بچّی تیرا دادا ایران کا وزیر تھا تو ہم تجھکو ہندوستان کا شہنشاہ کریں گے

کس کی طاقت ہے جو تجھ کو گزند پہنچا سکے، تیری قسمت میں بڑے بڑے محلوں میں رہنا اور شاہنشاہ بیگم کہلانا ہے۔ ایک دن ایسا آئیگا جو یہی ماں باپ تیری بدولت سلطنت کا لطف پائیں گے اور بادشاہت کے مزے اُڑائیں گے تو خدا کی رحمتوں پر بھروسہ کر اور خدا کی قدرتوں کا تماشا دیکھ

(۴) وہ بچّی اپنے انگوٹھے مُنہ میں دئے چوس رہی تھی اور اُس کے ذریعہ سے خدا کی نعمتیں اُس کو سیر کر رہی تھیں جنگل کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اُس کو آرام دے رہی تھی گھڑی دو گھڑی دن چڑھا ہوگا کہ اُس طرف سے ایک قافلہ کا گزر ہوا۔ اور ایک سوار نے دیکھا کہ سڑک کے کنارے ایک لڑکی اپنے انگوٹھے چوس رہی ہے اور وہ ایسی صبیح و خوشرو ہے کہ ایسی لڑکی اُس کی نظر سے نہیں گزری۔ اور اُس کے سرہانے ایک سیاہ سانپ کنڈلی مارے پھن پھیلائے بیٹھا ہوا ہے۔ سوار کو اس مشاہدۂ عجیب سے تعجب ہوا۔ اب اُسکا دل چاہتا ہے کہ اُس لڑکی کو گود میں اُٹھائے۔ پھر خیال ہوتا ہے کہ اگر اُٹھانے میں سانپ نے مجھ کو یا اُسکو کاٹا



وار نے دیکھا کہ سڑک کے کنارے ایک لڑکی اپنے انگوٹھے چوس رہی ھے“

تو میری یا اُس کی جان جائے گی۔

(۳) پھر سوچنے لگتا ہے کہ ہو نہ ہو اس طور پر سانپ کا بیٹھنا خدا کی قدرت کا کوئی کرشمہ ہے۔ اور یہ سانپ اُس کی حفاظت پر مقرر کیا گیا ہے۔ آخر کو اُس سوار نے ایک رائے قائم کی اور اُس سانپ سے کہا کہ اے محافظِ قدرت تو ہٹ جا تو میں اس گوہرِ شاہوار کو اُٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لوں۔ میں اِس کی پرورش کی پوری فکر کرونگا۔

(۴) یہ سن کر وہ سانپ ہٹ گیا اور اُس سوار نے اُس معصوم بچّی کو گہوارۂ خاک سے اُٹھا کر گلے لگایا۔ اُس کا بدن سونگھا تو کسی نازک پھول کی سی نہایت بھینی بھینی خوشبو آتی تھی۔ پھر سوداگر کے پاس لایا جو اُس قافلے کا قافلہ سالار تھا۔ اور یہ ساری کیفیت اُس سے بیان کی۔ بوڑھا سوداگر اُس کو دیکھ کر بے انتہا خوش ہوا اور اُس کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور نہایت آرام سے اُس کو لے چلا۔

(سید امجد علی اشہری)

سوالات

۱۔ "تیری قسمت میں بڑے بڑے محلوں میں رہنا اور شہنشاہ بیگم کہلانا ہے۔" بتاؤ کہ یہ سب واقعات کیونکر ظہور میں آئے؟

۲۔ اس واقعے کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرو جیسے تم خود وہ سوار ہو، جس نے نور جہاں کو سنسان جنگل میں پایا ہے اور تم اسکو لے کر قافلہ سالار کے پاس گئے ہو۔

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو۔

گزند پہنچانا، دن چڑھنا، جبیں، کنڈلی مارے، ہونہ ہو، گہر شاہوار، گہوارہ، سنسان۔

راہبر اور راہزن

جو مناسب وقت پر ہوتا نہیں ۔۔۔ کام وہ پھر عمر بھر ہوتا نہیں
وقت ہو کچھ کر گزرنے کا جہاں ۔۔۔ کہنے سننے سے اثر ہوتا نہیں
سنتے ہیں سب اور نہیں غیرت ذرا ۔۔۔ دیکھتے ہیں اور حذر ہوتا نہیں

ابر نیساں کا کرم جب تک نہ ہو — یوں کبھی قطرہ گہر ہوتا نہیں
خوشہ یوں آتے نہ دیکھا تاک میں — نخل ہر گز باردار ہوتا نہیں
محو ہوتے جاتے ہیں آثار دیں — حیف ہے کوئی خبر ہوتا نہیں
ہر جگہ آتا ہے عبرت کا مقام — سرسری اپنا سفر ہوتا نہیں
مصلحان قوم سے ملت کا کام — کچھ تو ہوتا ہے مگر ہوتا نہیں

ہم نہ سمجھے دوست دشمن کون ہے
راہبر ہے کون، رہزن کون ہے

(طبا طبائی لکھنوی)

سوالات

۱۔ جو مناسب وقت پر ہوتا نہیں — کام وہ پھر عمر بھر ہوتا نہیں
اس شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرو

۲۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو۔
کچھ کر گزرنا، کہنا سننا، حذر، ابر نیساں، باردار ہونا۔

گفتگو

(۱) اگر غور کرو تو بولنا اور بات کرنا اتنا ضرور نہیں جتنا کہ ہم لوگ رات دن بلا ضرورت اور بے حاجت بولتے ہیں پس بے ضرورت بات کرنا عقلمندوں کا شیوہ نہیں کوئی پوچھے، تو جواب دو۔ تم کو خود کوئی حاجت ہو، تو بولو۔ اس سے زیادہ بولنا بے فائدہ ہے گفتگو میں چغلی اور غیبت یعنی پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہنا یا بدی کے ساتھ اُس کا تذکرہ کرنا اور جھوٹ بولنا یا گالیاں نکالنا پرلے درجے کے عیب ہیں۔ بہت احتیاط کرو کہ تمہاری گفتگو اُن عیبوں سے پاک ہو ورنہ ایسے آدمی کو بدزبان اور بیہودہ کہتے ہیں۔

(۲) بعض لوگوں کو تکیہ کلام کی عادت پڑ جاتی ہے۔ لوگ مُنہ پر تو لحاظ کے سبب سے کچھ نہیں کہتے۔ پیٹھ پیچھے ہنسی اُڑایا کرتے ہیں۔ ان دنوں لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام کر لیا ہے۔ لیکن غضب یہ ہے کہ اس کو عیب بھی نہیں سمجھتے، جس کو دیکھو بغیر "واللہ" کے ایک لفظ بھی نہیں بولتا

اِن لوگوں کو بات بات میں خدا کا نام لینے سے بھی
باک نہیں۔ قسم کو تکیہ کلام کرنا تو درکنار۔ مطلق قسم بھی
بے ضرورت کھانا عیب ہے۔ قسم بے اعتباری کا
تمغہ ہے۔ اس واسطے کہ اگر قسم کھانے والا اپنی بات
کو لائق پذیرائی جانتا۔ تو قسم کیوں اُٹھاتا۔ اور اس دشمنِ
عقل کو اتنا خیال نہیں۔ کہ جس کی بات کا اعتبار نہیں
اُس کی قسم کا کب اعتبار ہوگا۔

(۳) جو بات کرو۔ نرمی اور عاجزی اور آہستگی کے
ساتھ کرو۔ سخت بات کرنا یا چلّا کر بولنا ہرگز نہیں چاہیے
اگر تم کو کسی پر غصّہ بھی آئے تو بد زبانی مت کرو۔
ارے یا ابے یا تو کر کے بولنا بھی گالی کے برابر سمجھو
جو لوگ تم سے کچھ کم درجے کے ہوں یہاں تک کہ اپنے
خدمتگار اور نوکروں سے بھی بھائی میاں اور جی کہہ کر
بات کرنی چاہیے۔ تاکہ سب لوگ تم کو جی سے پیار کریں۔

(۴) جب کوئی تم کو پکارے۔ اگر اپنا بزرگ یا بڑا
ہے۔ تو جھٹ ادب کے ساتھ جواب دو کہ "حضرت
حاضر ہوا۔ یا "ارشاد فرمائیے"۔ یا "کیا حکم ہے"۔ اگر اپنے

سے کم درجہ ہے۔ تو یوں جواب دینا چاہیے۔ کیوں بھائی
کیا کہتے ہو۔ کیا کام ہے۔ لیکن پکارنے کا جواب ہاں نہیں ہے۔
جیسا کہ اکثر لڑکے بولتے ہیں۔ یہ بولی جانوروں میں
گائے بیل کی بولی سے بہت ملتی ہے۔ پس نامناسب
ہے۔ کہ آدمی ہو کر جانوروں کی بولی بولے۔

(۵) جب تم مردانے میں مردوں کو باتیں کرتے سنو،
تو اُن کی گفتگو پر غور کرو۔ کہ کیونکر بھلے مانس آپس میں
گفتگو کرتے ہیں۔ سلام اور سلام کا جواب پوچھنا اور
مزاج پرسی کا جواب۔ عیادت، تسلّی اور تعزیت اور
مبارک باد اور کسی کے کلام پر جرح اور اعتراض،
اُس کی تردید یا اُس کی تائید، اور خوشخبری دینا یا خبر
بد پہنچانا۔ اور مدح اور ذم، اور مباحثہ و مناظرہ،
اظہار ملالت، ادائے شکریہ، درخواست والتماس،
عذر و معذرت، استعفا، اظہارِ اشتیاق، شکوہ و
شکایت، تاسّف، بشاشت اور ہر طرح کی بات
چیت کس طرح پر ہوتی ہے۔ اُن کے لفظ ہمیشہ یاد
رکھنے کے لائق ہیں۔

(۶) جب تم کو بھلے مانسوں میں گفتگو کرنے کا اتفاق ہو۔ تو وہی بولو، جو تم نے بھلے مانسوں کو بولتے سُنا ہے۔ ہر چند گفتگو کی درستی بے علم کے نہیں ہو سکتی لیکن علم والے اور پڑھے لکھوں کی گفتگو پر دھیان لگانے اور غور کرنے سے بے شک بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ بے علم لوگ "مزاج" کو "مجاز" اور "منقبض" کو "منبجز"، اور "نسخہ" کو "نخسہ" کہتے ہیں۔ اور اسی طرح سیکڑوں لفظ ہیں جسکو بے پڑھا آدمی صحیح نہیں بول سکتا۔ پس تم کوشش کرو کہ جلد جلد پڑھ لو۔ تاکہ تمھارا روزمرہ درست ہو جائے۔

(نذیر احمد دہلوی)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ "تکیہ کلام" کسے کہتے ہیں، کیا تمھارے جاننے والوں میں کسی شخص کا کوئی خاص "تکیہ کلام" ہے۔

۲۔ "قسم بے اعتباری کا تمغہ ہے"
اس فقرے کی تشریح کرو اور بتاؤ کہ مصنّف کا یہ قول کیونکر صحیح ہے۔

۳۔ چند ایسے الفاظ بتاؤ جن کا تلفظ بے علم آدمی عام طور پر غلط کرتے

ہیں - ان الفاظ کا صحیح تلفظ اور املا بتاؤ -

۴ - مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو :-

شیوہ - غیبت - پرلے درجے کے - واللہ - بدزبانی - عیادت -

مناظرہ - دھیان لگانا - روزمرّہ -

سوچ سمجھ کر بات کرو

یہی چاہیے بشر کو جو زبان اپنی کھولے
کہ وہ سوچ لے سمجھ لے تو پھر اُسکے بعد بولے

جو سمجھ خدا نے دی ہے تو زباں کر اُسکے تابع
وہی عقلمند ہے بس کہ سمجھ سے کام جو لے

ہے زباں مُنہ میں لیکن اُسے دل سے ہے تعلّق
رہے یہ جو دل کے تابع تو یہ موتیوں کو رولے

وہ ہے جاہل اور ناداں جو زباں پہ آئے کہہ دے
کہ ہے اُس سے بہتر اندھا جو چلے نہ بے ٹٹولے

نہ کہے زباں سے اُف بھی جو نہ سود مند دیکھے

رہے سوزِ غم میں جلتا کہ جگر میں ہوں پھپھولے
کرے غیر جو شماتت، یہ ہے دوسری مصیبت
یہ ہے کون عقلمندی کہ خود اپنا راز کھولے
جسے درد ہو نہ ہرگز تو پھر اُس سے کچھ کہے کیوں؟
نہ کرے زباں سے شکوہ جو پھر اُسے دل تو رولے

ہے زباں کی عقل رہبر تو زباں ہلا سمجھ کر
کہ جو راستہ نہ جانے، تو کسی کے ساتھ ہولے
تری عقل ہے کسوٹی، تری عقل ہے ترازو
تجھے چاہیے کہ کس لے، تجھے چاہیے کہ تولے
(سیّد علی شبیر اکبرآبادی)

سوالات

۱۔ اس نظم میں جو خیالات ادا کئے گئے ہیں اُن کو اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۲۔ ہے زباں کی عقل رہبر تو زباں ہلا سمجھ کر
کہ جو راستہ نہ جانے تو کسی کے ساتھ ہولے
اس شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرو

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں
فقروں میں استعمال کرو۔
سودمند، شماتت، راز کھولنا، دل بھر آنا۔

توتے کی باتیں

(۱) توتے کی گفتگو میں اکثر سمجھ اور ارادہ پایا گیا ہے اور بعض اوقات اُس نے ایسے ہوش و حواس کی باتیں کیں کہ سُننے والے دنگ رہ گئے۔ چنانچہ تاریخ گجرات "مرآت سکندری" میں مذکور ہے کہ دولت مغلیہ کے نامور شہنشاہ ہمایوں نے گجرات کے فرمانروا بہادر شاہ پر فوج کشی کی تو قلعہ چانپانیر کا محاصرہ کیا جو بہادر شاہ کا مستقر اور اُس کی قلمرو کا سب سے زبردست قلعہ تھا اور سلطان بہادر کا معتمد علیہ سپہ سالار اور میر آتش یعنی ناظمِ توپ خانہ رومی خاں ہمایوں سے مل گیا اور اپنی سازش سے قلعہ پر مغلوں کا قبضہ کرا دیا۔

(۲) فتح کے بعد جب وہاں کا مال غنیمت ہمایوں کے

دربار میں پیش کیا گیا۔ تو اُس میں ایک زباں داں توتا بھی تھا۔ جو آدمی کی طرح باتیں کرتا۔ اور سمجھ کر بات کا جواب دیتا۔ سلطان بہادر اُسے ایسا چاہتا تھا کہ سونے کے پنجڑے میں رکھتا تھا۔ شاہانہ اہتمام سے اُسکی داشت کی جاتی اور خلوت وجلوت میں ہر گھڑی فرمانروائے گجرات کا مونس و ہمدم رہتا۔ جب وہ ہمایوں کے سامنے پیش ہوا اور اُس کی صفت بیان ہو رہی تھی کہ چوبداروں نے عرض کیا "رومی خاں حاضر ہے"۔ اُسے باریابی کی اجازت دی گئی۔ اور جیسے ہی وہ تخت شاہی کے سامنے آداب بجا لایا توتے نے اُس کی صورت دیکھتے ہی کہا۔ "پھٹ پاپی رومی خاں نمک حرام"۔ توتے کے اس کلمے کے ساتھ ہی رومی خاں کی آنکھیں ندامت سے جُھک گئیں۔ سارا دربار متحیر ہو گیا۔ اور ہمایوں نے کہا "رومی خاں چہ کنم کہ جانور ست ورنہ زبانش می بُریدم"۔ یعنی رومی خاں کیا کروں مجبور ہوں کہ یہ جانور ہے ورنہ اسکی زبان کاٹ لیتا۔

(۳۳) توتے کی زباندانی کے صدہا قصّے ہماری صحبتوں میں مشہور ہیں جن میں چاہے کسی قدر مبالغہ ہو۔ مگر اصلیت

سے خالی نہیں ہیں۔ خود ہمارے گھر میں ایک توتا تھا۔ جس کا پنجرا دروازے کے قریب لٹکا رہتا۔ جہاں دروازے پر کسی فقیر نے صدا لگائی، وہ بے تکلف کہہ دیا کرتا تھا، "شاہ جی لیتے جاؤ"۔ فقیر کسی چھوٹے بچے کی آواز خیال کرکے اُس قسم کی دعائیں دینے لگتا جیسی کہ بچوں کو دی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہی یہاں کے ایک اور معمولی توتے کا واقعہ ہے۔ کہ گھر کے تمام لڑکے ایک محترم بزرگ خاندان کو "بابا" کہا کرتے۔ توتا بھی اُن کو بابا کہنے لگا۔ ایک دن اُس کا پنجرا بالاخانے پر لٹکا ہوا تھا۔ کہ ایک بڑا بھاری بندر آکے اُس کے پنجڑے کو اُٹھا لے چلا۔ ساتھ ہی توتے نے غل مچایا۔ "ارے بابا! ارے بابا" سب کو خبر ہوگئی اور پنجرا بندر کے ہاتھ سے چھینا گیا۔

(۴) یہ واقعات بتا رہے ہیں کہ توتا فقط بولیاں نہیں سیکھتا، بلکہ بعض اوقات اُس میں اتنی عقل آجاتی ہے کہ سمجھ کے بات کا جواب دینے لگتا ہے۔ یا اپنی سیکھی ہوئی بولیوں کو ٹھیک موقع اور صحیح محل پر استعمال کرنے لگتا ہے۔ انگریزوں میں بھی ہمارے یہاں کی طرح

توتے کے باتیں کرنے کے صدہا واقعات مشہور ہیں۔ چنانچہ رابنسن کروسو کے افسانے میں جو بعض لوگوں کے نزدیک تاریخی واقعہ ہے۔ ایک توتے کی باتوں کا ذکر ہے جس نے غربت و بیکسی میں اُس کی مدد کی تھی۔

(عبدالحلیم شرر)

سوالات

۱۔ "توتے کی گفتگو میں اکثر سمجھ اور ارادہ پایا جاتا ہے"
کیا تمھارے نزدیک مصنف کا یہ خیال صحیح ہے۔ کیا تمھارے نزدیک توتا محض نقالی نہیں کرتا بلکہ اُسکی گفتگو میں سمجھ اور ارادہ پایا جاتا ہے۔

۲۔ بتاؤ کہ مندرجۂ ذیل الفاظ کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔
مرآۃ سکندری، میر آتش، رابنسن کروسو،

۳۔ جانپانیر کی فتح کے بعد ہمایوں کے سامنے جو توتا پیش کیا گیا اُسکا حال اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۴۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:-
دنگ رہ جانا، مستقر، محاصرہ، قلمرو، مال غنیمت، داشت کرنا،

توتے

پیپل کے ہر درخت پہ توتوں کے ہیں پرے
چونچیں ہیں لال لال بدن ہیں ہرے ہرے

پیپل کا جو درخت مرے گھر میں ہے کھڑا
وہ آس پاس کے ہے درختوں سے کچھ بڑا

آتی نظر ہے اس پہ بھی توتوں کی انجمن
پھرتے ہیں ڈال ڈال وہ ہو کر بہت مگن

پہلے تو وہ ہوا میں ذرا تھرتھراتے ہیں
پھیلا کے پھر دُموں کو وہ بازو ہلاتے ہیں

کس کس مزے سے بیٹھے ہوئے پھل ہیں کھا رہے
پیپل کی ٹہنیوں پہ ہیں ٹیں ٹیں مچا رہے

چھوٹے پھلوں کو پھینکتے ہیں وہ کتر کتر
میٹھا سا رس رہا ہے زمیں پہ پٹر پٹر

پتّے بھی ہیں ہرے ہرے توتے بھی ہیں ہرے
دونوں میں پھر تمیز کوئی کس طرح کرے

تالی بجاؤ تم تو اُڑیں گے وہ ایک بار
لمبی دمیں ہلا کے دکھائیں گے وہ بہار
یوں تو کتر کتر کے وہ سب کچھ اُڑاتے ہیں
خربوزے اور گنّے مگر ان کو بھاتے ہیں
گر گوپیے کی ان پہ نہ پڑتی رہے تتار
تو ساری کھیتیاں یہ کسانوں کی دیں اُجاڑ
(سلیم پانی پتی)

سوالات

۱۔ اس نظم میں توتوں کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے
ان کو اپنے الفاظ میں بیان کرو۔
۲۔ توتے کی بعض ایسی خصوصیات بیان کرو جو دوسرے
پرندوں میں نہیں پائی جاتیں۔
۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انہیں
فقروں میں استعمال کرو:-
پرے، انجمن، مگن ہونا، تمیز کرنا، گوپیا، تتاڑ پڑنا،

سلطان فیروز

(۱) فیروز کا باپ سلطان غیاث الدین کا حقیقی بھائی اور سپہ سالار تھا۔ ابھی فیروز کی عمر پورے سات برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی۔ کہ یتیم ہو گیا۔ مگر چچا نے اُسکے سر پر دستِ شفقت رکھا اور باپ سے زیادہ اُس کی تعلیم و تربیت میں سعی فرمائی۔ آدابِ سلطنت اور آئینِ حکومت کے اسرار سے اُس کو ماہر کیا۔

(۲) جب اٹھارہ برس کا سن ہوا۔ تو شفیق چچا نے بھی رحلت کی۔ اب چچازاد بھائی محمد تغلق بادشاہ ہوا۔ اُس نے بھی اس نوجوان بھائی کے حال پر ہمیشہ نظرِ عنایت رکھی۔ یہاں تک کہ دمِ آخر وصیت کی کہ میرے بعد تاج و تخت کا وارث میرا عزیز اور لائق بھائی فیروز ہے۔

(۳) دوسرے دن تمام اُمرا، علما اور صلحا اُسکی خدمت میں حاضر ہوئے اور تختِ سلطنت پر اجلاس کرنے کی درخواست کی۔ ملک فیروز نے جواب دیا کہ

"صاحبو! اوّل تو اس بارگراں کے اُٹھانے کی مجھ میں قابلیّت نہیں۔ دوسرے میرا قصد ہے۔ حج بیت اللہ کا پس مجھ کو معاف رکھیے۔

(۴) مگر جب لوگوں کا اصرار حد سے زیادہ پایا تو اُٹھ کر وضو کیا اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ دعا مانگی کہ "خدایا! تیری اعانت کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا۔ میں اس بارِ عظیم کو محض تیری حفظ و حمایت کے بھروسے پر اٹھاتا ہوں۔ تو ہی میری مدد کر" یہ کہہ کر تاج شاہی پہنا۔ مگر ماتمی لباس نہ اُتارا۔ مقربانِ خاص نے تبدیلِ لباس کے لئے التماس کیا تو فرمایا کہ "یہ اُس شخص کے ماتم کا لباس ہے جو میرا باپ، اُستاد، مربی اور آقا تھا، ممکن نہیں کہ جاہ و سلطنت کی مسرت اُس کی جدائی کے غم کو بھلا دے۔"

(۵) وہ بڑا رعایا پرور نیک منش اور رحم دل بادشاہ تھا۔ پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ تغلق کے زمانے کا زرِ تقاوی جو رعایا کے ذمّے واجب الادا تھا یک لخت معاف کر دیا۔ ایک بار اُس نے مُلک سندھ پر

فوج کشی کی تھی۔ سندھیوں نے شاہی فوج کی تباہی کا یہ سامان کیا کہ فصل ربیع کی زراعت جو تیار تھی خود برباد کردی۔ جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو فیروز شاہ نے دوسرے ملک سے غلہ خرید کر منگوا لیا۔ اور حملہ جاری رکھا۔ اتفاق سے چار ہزار آدمی غنیم کے گرفتار آ گئے۔ اگرچہ اُن لوگوں نے شاہی فوج کو فاقے مارنے کی تدبیر کی تھی۔ مگر اُس فیاض نے اُن کو خوب شکم سیر کھانا کھلایا۔

(۶) یہ بادشاہ تکلف اور اِسراف کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ خود بھی موٹے کپڑے عام آدمیوں کی طرح پہنتا تھا چاندی سونے کے ظروف اور جواہرات کے استعمال کی بھی ممانعت کر دی تھی اُس نے نگرکوٹ سے چند فاضل پنڈت بلوا کر سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا تھا۔ اُس کو عمارتوں کا بھی بڑا شوق تھا سرائیں، خانقاہیں، مسجدیں اکثر بنوائیں۔ آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں۔ بیشمار باغات لگوائے۔ کئی شہر آباد کئے۔ چنانچہ جونپور اُسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ بعض

حرکات اُس کی ایسی تھیں جو اُس کے ضعفِ عقل پر
دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً فال، شگون اور خواب کی
تعبیر کا بڑا معتقد تھا۔ اور اہلکاروں کی رشوت ستانی
سے دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا تھا۔

(محمد اسمعیل)

سوالات

۱۔ ذیل کے فقروں میں جو لفظ چھوڑ دیئے گئے ہیں ان کو لکھ کر فقروں کو مکمل کرو:۔

ا۔ اس نے بھی بھائی کے حال پر ہمیشہ .... رکھی۔

ب۔ خدایا! تیری عنایت کے بغیر کوئی کام ——— نہیں پا سکتا۔

ج۔ اہل کاروں کی رشوت ستانی سے دیدہ و دانستہ ——— کرتا تھا۔

۲۔ لفظ ہلاک کے معنی بتاؤ اور اُس کی جمع بناؤ اور بتاؤ کہ اختلافِ حرکات سے یہ لفظ کتنے مختلف معانی میں مستعمل ہے، اُن سب الفاظ کی علیحدہ علیحدہ جمع بناؤ

۳۔ اس مضمون کی مدد سے ثابت کرو کہ فیروز شاہ بڑا رحم دل بادشاہ تھا۔

۴۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو۔

یتیم، آدابِ سلطنت، نظرِ عنایت رکھنا، وصیت کرنا، وضو، دعا، زرِ تقاوی، واجب الادا۔

اشعارِ ذوق

کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے
اُن کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبّت والے

رہے جوں شیشۂ ساعت وہ مکدّر دونوں
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

حرص کے پھیلتے ہی پاؤں بقدرِ وسعت
تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش
دیکھ لو، ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشا ہے کہ مثلِ مہِ نو اپنا فروغ
جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہوں میں مجھ سے ہے دل کچھ کہتا
دونوں اک حال میں ہیں رنج و مصیبت والے
کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا
دلِ بیمار کے دو ہی ہیں عیادت والے
ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے
(ذوق دہلوی)

سوالات

۱۔ پانچویں شعر کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کرو۔
۲۔ ساتویں شعر کی نثر بناؤ۔
۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔
شیشۂ ساعت، پاؤں پھیلانا، عیادت، قناعت۔

موٹاپا

(۱) موٹاپا بھی عجیب چیز ہے، دنیا میں جس قدر ظرافت موٹے آدمیوں کی وجہ سے ظہور میں آتی ہے اُتنی اور کسی طرح نہیں آتی، غریب موٹے آدمی کی ہر جگہ مصیبت ہے لوگ اُسے دیکھ کر ہنستے ہیں، اُسے طرح طرح کے نام دیے جاتے ہیں، اگر تانگے میں دھرے گئے تو بیچارے گھوڑے کی مصیبت آگئی، تانگے کی چول چول ہلنے لگی۔ گدی پر سارا جسم نہ سمایا، آدھے سے زیادہ باہر لٹکے ہوئے ہیں۔ تانگے کے ڈنڈوں کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔ ڈر ہے کہ ذرا سے جھٹکے میں نیچے نہ آ رہیں۔

(۲) لیکن اس سب کے باوجود اگر آپ ایک موٹے آدمی سے کہیں کہ خدا کرے تم دُبلے ہو جاؤ تو وہ اُسے گالی سمجھے گا، موٹے آدمی اس لئے موٹے ہوتے ہیں کہ وہ موٹا رہنا پسند کرتے ہیں، ورنہ اگر وہ چاہیں تو تھوڑے دنوں کی کود پھاند میں ٹھیک

ہو جائیں ، اس کے علاوہ موٹے آدمیوں کے لئے ڈبلا ہونے کی دو بہت آسان ترکیبیں ہیں ایک تو یہ کہ ہر وہ چیز کھائیں جس کے کھانے کو اُن کا جی نہ چاہے۔ دوسرے یہ کہ ہر وہ کام کریں جس کے کرنے کو دل گوارا نہ کرے " یہ نسخہ استعمال کر کے دیکھیں ، چار روز میں چپاتی سا مُنہ نہ نکل آئے تو ہیں نے جانا ، مگر ہاں ایک ڈبلا پتلا آدمی موٹا نہیں بن سکتا ، چاہے من بھر گھی کیوں نہ پی جائے۔

(۳) ایک بات سب جانتے ہیں ، موٹے آدمی ہمیشہ خوش مزاج ہوتے ہیں اور ہمیشہ ہنسی خوشی میں وقت گزارتے ہیں ، ہم نے ایک موٹے دوست سے پوچھا کہ " بھائی تم آخر اس قدر موٹے کیوں ہو " ؟ کہنے لگے کہ " میری زندگی کا فلسفہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مجھے متفکر نہیں کر سکتی ، میں جانتا ہوں کہ ایسی کوئی مصیبت مجھ پر نہیں پڑ سکتی جو دُنیا کے اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں پر نہ پڑی ہو اور اگر وہ سب اس مصیبت کو برداشت کر سکتے ہیں

تو میں بھی برداشت کر سکتا ہوں ، کسی بات کی بابت مغموم اور متفکر ہونے سے کوئی نیتجہ نہیں نکلتا کیونکہ اکثر جس بات کی بابت تم مغموم اور متفکر ہوتے ہو وہ کبھی واقع نہیں ہوتی۔"

(۴) موٹے آدمیوں میں ایک اور بات ہے عموماً یہ سب کے سب خوش قسمت بھی ہوتے ہیں۔ سرکاری ملازمت میں دیکھ لیجیے ، موٹے آدمی کو آپ ہمیشہ اعلیٰ عہدے پر پائیں گے ، تجارت میں عموماً موٹے تازے آدمی زیادہ کامیاب ملیں گے اسی کے ساتھ تم کسی موٹے آدمی کو کروڑپتی بھی نہ پاؤ گے۔ بات یہ ہے کہ زیادہ روپیہ ہو تو افکار و آلام کا ہجوم ضروری ہے اور موٹا آدمی فکر کے پاس نہیں جاتا ، مگر کوئی موٹا آدمی غریب اور مفلس بھی نہ ملے گا۔ آپ نے آج تک کسی دریوزہ گر فقیر کو فربہ نہ پایا ہوگا ، موٹے آدمی کے دوست بہت ہوتے ہیں اور دشمن نہیں ہوتے۔

(حامد اللہ افسر میرٹھی)

سوالات

۱۔ "موٹے آدمی اِس لئے موٹے ہوتے ہیں کہ وہ موٹا رہنا پسند کرتے ہیں"۔
کیا تم مصنّف کے اس خیال سے متفق ہو، جواب مدلل ہونا چاہیے۔
۲۔ اس مضمون کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھو۔
۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور اُنھیں فقروں میں استعمال کرو۔
ظرافت، خوش مزاج، نسخہ، تجارت۔

برسات اور پھسلن

برسات کا جہان میں لشکر پھسل پڑا
بادل بھی ہر طرف سے ہوا پر پھسل پڑا
جھڑیوں کا مینہ بھی آکے سراسر پھسل پڑا
چھتّا کسی کا شور مچا کر پھسل پڑا
کوٹھا جھکا اٹاری گری، در پھسل پڑا

جھڑیوں نے اس طرح کا دیا آکے جھڑ لگا
سنئے جدھر، اُدھر کو دھڑا دھڑ کی ہے صدا
کوئی پکارے ہے مرا دروازہ گر چلا
کوئی کہے ہے ہائے، کہو میں بتاؤں کیا
تم در کو جھینکتے ہو، مرا گھر پھسل پڑا

یاں تک ہر اک مکاں کی پھسلنے کی ہے زمیں
نکلے جو گھر سے اُس کو پھسلنے کا ہے یقیں
مفلس غریب پر ہی یہ موقوف کچھ نہیں
کیا فیل کا سوار ہے کیا پالکی نشیں
آیا جو اس زمین کے اوپر پھسل پڑا

چکنی زمیں پہ یاں تئیں کیچڑ ہے بیشمار
کیسا ہی ہوشیار پہ پھسلے ہے ایک بار
نوکر کا بس کچھ اس میں نہ آقا کا اختیار
کوچے گلی میں ہم نے تو دیکھا ہے کتنے بار
آقا جو ڈگمگائے تو نوکر پھسل پڑا

کوچے میں کوئی، اور کوئی بازار میں گرا
کوئی گلی میں گر کے ہے کیچڑ میں لوٹتا



"رستے کے بیچ پاؤں کسی کا رپٹ گیا"

رستے کے بیچ پانؤں کسی کا رپٹ گیا
اس سبب جگہ کے گرنے سے آیا جو بیچ بچا
وہ اپنے گھر کے صحن میں آکر پھسل پڑا
(نظیر اکبر آبادی)

سوالات

۱۔ اس نظم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان کو اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۲۔ اپنے کسی دوست کے نام ایک خط لکھو اور اس میں موسم برسات کی کیفیت بیان کرو۔

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

پچھتّا، ڈگمگانا، اٹاری، دھڑا دھڑ، جھینکنا۔

تحریکِ فطرت

(ایک مکالمہ)

حمیدہ - اماں جان! دن میں کئی مرتبہ ابا جان ہاتھ منہ دھو کر یہ کیا کیا کرتے ہیں؟ پہلے دیر تک بڑے ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں، چپکے چپکے کچھ باتیں کرتے جاتے ہیں - پھر جھکتے ہیں - پھر منہ کے بھل گر پڑتے ہیں -

فہمیدہ - بیٹی وہ نماز پڑھتے ہیں -

حمیدہ (حیران ہو کر) نماز کیا؟

فہمیدہ بیٹی! خدا کی عبادت کو نماز کہتے ہیں -

حمیدہ اماں جان! خدا کیا چیز ہے - اور عبادت اس کی کون ہے -

فہمیدہ - (حمیدہ کے بھولے پن سے حیرت میں آکر) کیوں کیا تم خدا کو نہیں جانتیں؟

حمیدہ - میں سب لوگوں کو خدا کی قسم کھاتے تو سنتی ہوں - اور جب کبھی اماں جان - تم خفا

ہوتی ہو تو کہا کرتی ہو۔ "خدا کی مار" اور
"بچھڑے خدا سمجھے" شاید بیجا کو خدا کہتے
ہیں۔ مگر بیجا ہوتی تو اُس کی قسم نہ کھاتے۔

فہمیدہ۔ حمیدہ توبہ کرو توبہ۔ خدا بیجا نہیں ہے خدا
وہ ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ وہی
روزی دیتا ہے۔ وہی جلاتا ہے وہی مارتا
ہے۔ وہی پالتا ہے۔

حمیدہ کیا امّاں جان! تم کو بھی خدا ہی نے پیدا
کیا ہے۔

فہمیدہ۔ ہاں مجھ کو بھی۔

حمیدہ۔ اور ابّا جان کو بھی؟

فہمیدہ۔ ہاں تمھارے ابّا جان کو بھی۔

حمیدہ۔ اور ننّی بوا کو بھی؟

فہمیدہ۔ ہاں ننّی بوا کو بھی

حمیدہ۔ اماں جان! کیا ہر روز ہمارے گھر میں کھانا
نہیں پکتا۔

فہمیدہ۔ کیوں نہیں پکتا۔

حمیدہ۔ پھر تم تو کہتی ہو کہ خدا ہی سب کو کھانے کو دیتا ہے۔

فہمیدہ۔ اللہ میاں پانی برساتے ہیں۔ اللہ میاں غلے اور میوے اور ترکاریاں ہم لوگوں کے واسطے زمین سے اُگاتے ہیں۔ وہی ہم سب کھاتے ہیں۔

حمیدہ۔ ننھی بوا کو تو۔ امّاں جان! تم دودھ پلاتی ہو۔

فہمیدہ۔ دودھ بھی اللہ میاں ہی اُتارتے ہیں۔ تمہاری ہی دفعہ اسی دودھ کے پیچھے برسوں مصیبت اُٹھائی چھٹی تک الغاروں دودھ تھا۔ چھٹی نہا کر اُٹھی کہ یکایک جاڑا چڑھا۔ بخار آیا تو کس شدّت کا کہ الاماں، تمام بدن سے آنچ نکلتی تھی۔ وہ پہر بھر کا بخار آنا اور دودھ کا ماؤ کھا جاتا۔ پھر بہتیری شاول پھانکی، زیرہ پیا۔ حکیم کا علاج کیا۔ تمہارے دادا جان خدا جنت نصیب کرے! ہر روز صبح کو تشتری لکھ دیا کرتے تھے۔ مگر دودھ کچھ ایسی گھڑی کا

سوکھا تھا کہ پھر نہ اُترا پر نہ اُترا۔ جب دیکھا کہ
بچی بھوک کے مارے پھڑک کی چلی جاتی ہے۔ تو
ناچار اتنا رکھی۔ اور وہ عذاب اُٹھائے کہ خدا
دشمن کو بھی نہ دکھائے خدا نے زندگی بخشی تھی
کہ تم پل گئیں۔
حمیدہ۔ تو اللہ میاں بڑے اچھے ہیں۔ ہم سب کو
کھانے کو دیتے ہیں۔ ہماری ننی بُوا کے واسطے
دودھ اُتارتے ہیں۔ لیکن اماں جان! اللہ
میاں سے ہمارا کچھ رشتہ ناتا ہے کہ اتنا سلوک
کرتے ہیں؟
فہمیدہ۔ رشتہ ناتا یہ کہ ہم اُن کے بندے ہیں۔ مرد
اُن کے غلام ہیں عورتیں اُن کی لونڈیاں ہیں۔
حمیدہ۔ لونڈی غلاموں کے ساتھ اتنا سلوک کہ کوئی
اپنے بچوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا۔ لیکن لونڈی
غلام تو اپنے مالک کی خدمت کرتے ہیں۔ ٹہل کرتے
ہیں۔ ہم اللہ میاں کا کون سا کام کرتے ہیں۔
فہمیدہ۔ یہی نماز جو تم نے اپنے باپ کو پڑھتے دیکھی اور

جس کو عبادت کہتے ہیں۔

حمیدہ۔ نماز اللہ میاں کا کام ہے۔ تو سبھی کو نہ پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ لونڈی غلام تو سب ہیں۔ اللہ میاں کی دی ہوئی روٹی تو سب کھاتے ہیں۔

فہمیدہ۔ بیشک خدا کی عبادت سب پر فرض ہے۔

حمیدہ۔ اماں جان! تم نماز نہیں پڑھتیں۔ کیا تم اللہ میاں کی لونڈی نہیں ہو۔ اور کیا تم اس کی دی ہوئی روٹی نہیں کھاتیں؟

فہمیدہ۔ (حمیدہ نے جو سادہ دلی اور بھولے پن سے یہ الزام دیا اُس پر فہمیدہ کو اِس قدر شرم آئی کہ زمین پھٹ گئی ہوتی تو سما جاتی) میں لونڈی بیشک ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی روٹی کھاتی ہوں۔ لیکن کیا بعضی لونڈیاں نکمی اور کام چور، نکھرام اور بے غیرت نہیں ہوتیں۔ ویسی ہی اللہ میاں کی ایک لونڈی میں ہوں۔

حمیدہ۔ ابا جان بھی تو اب بیماری سے اُٹھ کر نماز پڑھنے لگے ہیں۔ کیا اِس سے پہلے وہ خدا کی دی ہوئی

روٹی نہیں کھاتے تھے ؟

فہمیدہ۔ وہ بھی بُرا کرتے تھے۔

حمیدہ۔ اچھی امّاں جان۔ اللہ میاں خفا ہوئے ہونگے۔

فہمیدہ خفا ہونے کی تو بات ہی ہے۔

حمیدہ۔ ایسا نہ ہو روٹی بند کردیں۔ تو ہم کہاں سے کھائیں گے۔ اور اگر ننھّی بوا کا دودھ سوکھ جائیگا، تو ہماری ننّھی روئے گی۔ (یہ کہہ کر حمیدہ رونے لگی۔ فہمیدہ نے اُٹھا کر گلے سے لگا لیا اور پیار کیا لیکن جس قدر وہ اُسے تسلّی دیتی تھی۔ حمیدہ اور دُگنا روتی تھی۔ فہمیدہ سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ اُسے روتے دیکھ کر حمیدہ اور بھی بیتاب ہوگئی۔ آخر بڑی مشکلوں سے اُسے سنبھالا)

فہمیدہ۔ حمیدہ تم ڈرو مت، اللہ میاں کا یہ دستور نہیں ہے کہ جو لونڈی غلام کام نہ کریں اُنکا کھانا بند کردیں

حمیدہ۔ سچ ؟

فہمیدہ- ہاں ہاں - تم گھبراؤ مت -
حمیدہ- اچھی اماں جان - ننی کو پلا کر دیکھو- دودھ ہے
یا نہیں -
فہمیدہ- بیٹی ننّی کو سونے دو اور دودھ سے اطمینان
رکھو- دودھ خدا کا دیا ہوا بہت ہے -
حمیدہ- ہمارے گھر میں تو لونڈی غلام نہیں- نوکر چاکر
ہیں - اگر وہ کام نہیں کرتے تو تنخواہ کاٹ لی
جاتی ہے - ابّا جان جرمانہ کر دیا کرتے ہیں- گھر
سے نکال دیتے ہیں - اللہ میاں اپنے لونڈی
غلاموں پر بھی خفا نہیں ہوتے ایسے مالک کا
کام تو اور بھی جی لگا کر کرنا چاہیے- کیا کام
نہ کرنا اور کھانا بے غیرتی نہیں ہے ؟
فہمیدہ- بڑی بے غیرتی کی بات ہے-
حمیدہ- اماں جان ! میں نے تو آج تک نماز نہیں
پڑھی اور نہ مجھ کو نماز پڑھنی آتی ہے- تم تو
دن رات میں دو ہی مرتبہ کھانا کھاتی ہو- مگر
میں نہ معلوم کتنی دفعہ کھاتی ہوں- مجھ پر اللہ

میاں ضرور خفا ہوئے ہونگے۔

(حمیدہ پھر رو پڑتی ہے اور ڈر کے مارے دوڑ کر فہمیدہ سے لپٹ جاتی ہے)

فہمیدہ۔ حمیدہ! ڈرو مت اللہ میاں تم سے ناخوش نہیں ہیں، ابھی تم بچی ہو۔ تم کو نماز معاف ہے۔

حمیدہ کھانا تو مجھ کو بھی سب کے برابر بلکہ سب سے اچھا اور زیادہ ملتا ہے۔

فہمیدہ۔ ہاں یہ بھی خدا کی مہربانی ہے کہ تم کو کام معاف کر رکھا ہے۔

حمیدہ۔ پھر اللہ میاں مجھ کو کھانا کیوں دیتے ہیں؟

فہمیدہ۔ اس واسطے کہ جب بڑی ہو جاؤ تو اس کے بدلے کا بہت سا کام کرو۔

حمیدہ۔ لیکن کیا میں اب کام نہیں کر سکتی۔ دیکھو میں تم کو پان بنا دیتی ہوں۔ ابا جان کو پانی پلا دیتی ہوں۔ ننھی بوا کو بہلا لیتی ہوں۔ کیوں اماں جان! یہ سب کام کرتی ہوں کہ نہیں؟

فہمیدہ۔ ہاں بوا ہاں۔ تم میرے بہت سے کام کرتی ہو،

پنکھا جھل دیتی ہو۔ دھاگا بٹ دیتی ہو۔ سوئی میں دھاگا پرو دیتی ہو۔ جو چیز مجھ کو درکار ہوتی ہے لے آتی ہو

حمیدہ تو پھر کیا میں اللہ میاں کا کوئی چھوٹا سا کام بھی نہیں کر سکتی ؟ کیا نماز پڑھنا بڑا مشکل کام ہے ؟ میں تو دیکھتی ہوں ، ابا جان ہاتھ منہ دھو کر ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ کیا اتنا مجھ سے نہیں ہو سکتا ؟

فہمیدہ۔ اس کے سوا کچھ پڑھنا بھی ہوتا ہے جس کو تم کہتی تھیں کہ چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے ہیں۔

حمیدہ۔ وہ کیا باتیں ہیں ؟

فہمیدہ۔ خدا کی تعریف اور اُس کے احسانوں کا شکریہ۔ اپنے گناہوں کا اقرار اور اُن کی معافی کی درخواست۔ اُس کے رحم کی تمنا، اُس کے فضل کی آرزو۔ بس یہی نماز ہے۔

حمیدہ۔ یہ سب باتیں اسی طرح نہ کرتے ہونگے۔ جیسے ہم لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہیں ؟

فہمیدہ۔ اور کیا۔

حمیدہ۔ مگر آپا جان تو کچھ اور ہی طرح کی بولی بولنے لگتے ہیں۔

فہمیدہ۔ وہ عربی زبان ہے۔

حمیدہ۔ وہ تو میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اماں جان! تم جانتی ہو۔

فہمیدہ۔ نہیں بیٹی میں بھی نہیں جانتی۔

حمیدہ۔ تو کیا خدا سے عربی ہی زبان میں باتیں کرتی ہوتی ہیں؟

فہمیدہ۔ نہیں وہ سب کی بولی سمجھتا ہے بلکہ وہ دلوں کے ارادوں اور طبیعتوں کے منصوبوں سے بھی واقف ہے۔

حمیدہ۔ یہ کیونکر؟

فہمیدہ۔ اس واسطے کہ وہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے۔ کوئی چیز کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں سب کو دیکھتا ہے۔ سب کی سنتا ہے۔ اگلے پچھلے کل حالات اس کو معلوم ہیں۔

حمیدہ۔ (گھبرا کر) کیا اللہ میاں یہاں ہمارے گھر میں بیٹھے ہیں؟

فہمیدہ۔ گھر میں کیا ہمارے پاس بیٹھے ہیں۔ مگر ہم اُن کو دیکھ نہیں سکتے۔

(حمیدہ اوڑھنی جلدی سے اوڑھ لیتی ہے اور سنبھل کر مؤدب ہو بیٹھتی ہے)

حمیدہ۔ امّاں جان! سر ڈھک لو۔

(اس کے بعد حمیدہ پر کچھ ایسی ہیبت غالب آتی ہے کہ وہ فہمیدہ کی گود میں تھوڑی دیر چپ پڑی رہتی ہے اور آخر آنکھ لگ جاتی ہے اور وہ سو جاتی ہے۔ جب فہمیدہ کی ٹانگیں سُن ہونے لگتی ہیں تو وہ حمیدہ کو آہستہ سے چارپائی پر لٹا دیتی ہے اور بیدارا کو پاس بٹھا دیتی ہے)

فہمیدہ۔ (بیدارا سے مخاطب ہو کر) دیکھو۔ ہاتھ رکھے رہیو۔ ایسا نہ ہو کہ لڑکی سوتے سوتے ڈر کر چونک پڑے۔ میں ابھی آتی ہوں۔

(اپنے شوہر نصوح کے پاس جاتی ہے اور

اُس کو حمیدہ کی تمام گفتگو سُناتی ہے۔)

نصوح ۔ کیوں ۔ ڈر کی اس میں کیا بات تھی؟

فہمیدہ ۔ میں کہتی تھی کہ ایسی چھوٹی سی لڑکی اور ایسی باتیں ۔ کچھ اُس کو ہو تو نہیں گیا؟

نصوح مذہب میں بڑی خوبی اور عمدگی تو یہی ہے کہ وہ ایسی باتوں کی تعلیم کرتا ہے جن کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے ۔ دینی مسئلے آدمیوں کے بنائے ہوئے معمے اور لوگوں کی گھڑی ہوئی پہیلیاں نہیں ہیں ۔ کہ اُن کے حل کرنے اور بوجھنے کو بڑا غور و خوض درکار ہو ۔ حمیدہ نے کوئی بات اچنبھے کی نہیں کہی ۔ اچنبھے کی بات تو یہ ہے کہ ہم میں نادان بچوں کی برابر بھی عقل نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں معلوم کہ انسان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ اتنی موٹی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی ۔ کہ زمین ، آسمان ، چاند ، ستارے ، سورج ، انواع و اقسام کے حیوانات رنگ برنگ کے نباتات ساری دنیا ، تمام زمانہ ، اتنا بڑا کارخانہ جس میں کا

ایک پتا اُٹھا کر دیکھو تو ہزار ہا صفتوں سے بھرا ہوا ہے۔ آخر یہ سب خود بخود تو نہیں ہو گیا۔ ضرور اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ اور پھر اُس نے جو انسان کو عقل عطا کی ہے تو اس تخصیص کا کیا مطلب ہے؟ مگر کیا کہ انسان اس تصوّر کو اپنے ذہن میں آنے ہی نہیں دیتا۔ ورنہ ساری خدائی خدا کی گواہی دے رہی ہے۔

(نذیر احمد دہلوی)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ نصیحہ نے حمیدہ کو کیونکر سمجھایا کہ خدا ہی ہم سب کو کھانے کو دیتا ہے۔

۲۔ بتاؤ کہ ایک غلام اور نوکر میں کیا فرق ہے۔

۳۔ بتاؤ کہ لفظ "بوا" مختلف خاندانوں میں اور مختلف مقامات پر کون کون سے مختلف رشتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ اس مضمون میں مصنّف نے یہ لفظ کس معنی میں استعمال کیا ہے۔

۴۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور اُنھیں

فقروں میں استعمال کرو۔

عبادت، خدا کی مار، توبہ، الغاروں، الاماں، بدن سے آنچ نکلنا، نکمّی، جرمانہ، بے غیرتی، منصوبہ، کچھ ہو جانا۔

علم و ہنر کی ترغیب

خدا نے جو یہ کارخانہ بنایا — اور آدم کو اس سرزمیں پر بسایا
اُسے ساری مخلوق پر برتری دی — اور افواجِ عالم کی کل افسری دی
قویٰ تر ہیں مخلوق کی کتنی قسمیں — مگر اسکی سی عقل و دانش ہے کس میں
بہ ظاہر یہ کمزور ہے ناتواں ہے — ولے اسکا منقاد سارا جہاں ہے
ازل میں جو علمی شرافت ملی ہے — اسی پر سے اسکو خلافت ملی ہے
طلب ہو اور اس پر سے توفیق رہبر — تو ہر اک خرابے میں ہیں گنج مضمر
ہزاروں برس عمر دُنیا کی آئی — کسی نے نہ کچھ تھاہ قدرت کی پائی
زمیں فی المثل اک خدا ساز گھر ہے — مزیّن ہے آراستہ سربسر ہے
ضرورت کے کل ساز و ساماں ہیں اس میں — ہم اُترے ہوئے مثل مہماں ہیں اس میں
بجز اپنے کس کی شکایت کریں ہم — خدا میزباں اور بھوکوں مریں ہم

بہم اُس نے الوانِ نعمت کیے ہیں — یہاں بد نصیبی نے منہ سی دیے ہیں
خدا جو نقائص سے پاک اور بری ہے — ہر اک کام میں اُسکے دانشوری ہے
وہ چیزیں ہمیں جنکی ہے سخت حاجت — مہیا و موجود ہیں بے مشقت
ہوا سانس لینے کو پینے کو پانی — مگر ہم نے کچھ قدر ان کی نہ جانی
تجمل تکلف کے اسباب سارے — کسی کو نہیں ملتے بے منہ پسارے
نہ کچھ انتہا پائی عقلِ رسا نے — خدا ہی خود اپنے خزانوں کو جانے
مگر آدمی زاد تعلیم پا کر — پہنچتا ہے اُن تک سرنگیں لگا کر
تو وہ زندگی میں مزے کر رہا ہے — زمانے کو جو وہ کہے کر رہا ہے
سلیمان ہے اور ہوا اُسکے بس میں — عناصر کے جنات اُسکے قفس میں
وہ خاصیتِ عرض و جوہر سے واقف — ہے فی الجملہ اسرارِ تسخیر سے واقف
خلافت اُسے دی خلافت کو شایاں — قیافے سے آثارِ دولت نمایاں
جہاں میں نہیں ذرہ بیکار کوئی — غلط، گر کرے اس سے انکار کوئی
جسے جس غرض سے بنایا ہے اُس نے — اُسے اُسکا رستہ دکھایا ہے اُس نے
زمیں آسماں، چاند سورج ستارے — کمر بستہ مصروفِ خدمت ہیں سارے
خدا کی مشیت کی تکمیل کرنا — اور اس میں جہاں تک ہو تعجیل کرنا
بہرحال بندوں کو شایاں یہی ہے — ہمارا تو بس دین و ایماں یہی ہے
جب اگلوں کے طرزِ عمل دیکھتے ہیں — عقائد میں اپنے خلل دیکھتے ہیں

بتاؤ تو کس کس سے ہیٹے رہے وہ اگر پاؤں پھیلا کے لیٹے رہے وہ
رخِ خوب سے اپنا پردہ اُٹھایا ہر اک چیز میں عقل نے دخل پایا
قفس ہے تو ہو شکر ہے پر کھلے ہیں ہوا ایک در بند سو در کھلے ہیں
اگر تم کو دُنیا میں رہنا ہے یارو تو اپنی جگہ دل میں سوچو بچارو
کہ تم کیا تھے اور کیا سے کیا ہو گئے ہو فلک پر سے تحت الثریٰ ہو گئے ہو
اگر بہتری ہو تو تعلیم سے ہو سو تعلیم گنج و زر و سیم سے ہو
مگر گنج آئے تو آئے کہاں سے الٰہی برس جائے ہُن آسماں سے
پر اس عرض کی استجابت نہیں ہے کہ اللہ کی ایسی عادت نہیں ہے
مجھے اس جگہ اک مثل یاد آئی کہ کانوں میں آوازِ فریاد آئی
مسافر کوئی اُترا مہماں سرا میں بچھائی الگ چارپائی ہوا میں
نہ سونے دیا رات بھر کھٹملوں نے رکھا مضطرب صبح تک کروٹوں نے
بہت دق ہوا اور دعا کی خدا سے کسی طرح مجھ کو بچا اس بلا سے
ولیکن تھے کھٹمل کئی دن کے بھوکے ستانے سے اور کاٹنے سے نہ چوکے
مسافر سے کچھ بات جب بن نہ آئی لگا کہنے بس دیکھی تیری خدائی
کوئی ہاتفِ غیب فرطِ غضب سے مخاطب ہوا آ کے اُس بے ادب سے
کہ ناشکر بیہودہ کیا بک رہا ہے عبث آسماں کی طرف تک رہا ہے
تجھے دفعِ موذی کی قدرت ہے حاصل کر اپنی حفاظت نہ ہو اتنا کاہل

نمائش سے ہوگا نہ پوزش سے ہوگا	جو کچھ ہوگا اپنی ہی کوشش سے ہوگا
بزرگوں پہ نازاں ہو کیا سب کے سب تم	سنا کیا نہ ہوگا لکم ما کسبتم
گزرگاہ دنیا تماشے کی جا ہے	اگر ہست کو نیست کہئے بجا ہے
نہیں مستقر کوئی حالت یہاں کی	ہے پا در ہوا کُل عمارت جہاں کی
اگر آج ہے اک جگہ بزم شادی	تو کل ہے وہیں ماتم نامرادی
حکومت ہے سچی حکومت قلم کی	نہ تیر و تفنگ و سیف و سنان و علم کی
خدائی خزانوں کی کنجی قلم ہے	کہ جو حرف لکھتا ہے وہ اک رقم ہے
قلم کا قلم ہے قدامت سے جاری	اسی کی حکومت کو ہے پائداری
مگر علم کی ہم نے طاقت نہ جانی	نہ جانی لیاقت لیاقت نہ جانی

ہنر سیکھتے خوب دولت کماتے
مزے کرتے گھر بیٹھے بغلیں بجاتے

سوالات

۱۔ طلب ہو اور اس پر ہے توفیق بہتر	تو ہر اک خرابے میں ہیں گنج مضمر
اس شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرو، کیا تمھارے نزدیک شاعر کا یہ خیال صحیح ہے؟ -

۲۔ اس نظم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان کو اپنے الفاظ

میں بیان کرو۔

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

بہ ظاہر، ولے، خلافت، تھاہ پانا، فی المثل، مُنہ پسارنا، تحت الثریٰ، آسمان سے ہُن برسنا۔

ایک خط

فرزندِ سعادت مند نورِ بصر لختِ جگر تمھاری عمر دراز ہو بعد دعا کے معلوم کرو کہ ہماری خیریت تمھاری خیریت سے وابستہ ہے۔ فیضو خانساماں کل ہمارے پاس پہنچا، اُس کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک فقیر تمھارے دروازے پر آکر ٹھہرا اور تمھیں کیمیاگری کا شعبدہ دکھا کر سونا بنا دینے کا اقرار کیا۔ تم نے بغیر کسی کو مطلع کیے ہوئے گھوڑے کا ساز بیچ کر دو سو روپے اُسے دئیے۔ وہ اُسی رات کو اپنا بستر اُٹھا کر کہیں چلتا ہوا۔ اور اب تم اُس کی تلاش میں حیراں و سرگرداں جنگل جنگل پھر رہے ہو۔ بیشک

تم سے غلطی تو ہوئی کہ اُس مکار کے فریب میں آ گئے۔
لیکن اب افسوس کرنا اور اُس کی تلاش میں جا بجا پھرنا
بھی بے سود ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک چڑیا کسی زمیندار کے
باغ کے کچے پکے میوے کاٹ جایا کرتی تھی۔ زمیندار ہمیشہ
اُس کی تاک میں رہتا تھا۔ ایک دن انگور کی ٹٹی پر
جال لگا کر پکڑا۔ اور ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ چڑیا نے
زمیندار سے کہا کہ اگر تو مجھے چھوڑ دے تو میں اس
احسان کے عوض تجھ کو کئی باتیں بتا دونگی۔ جو تیرے
لئے بہت مفید ثابت ہونگی۔ زمیندار نے کہا تو پہلے بتا دے
تو میں تجھ کو چھوڑ دونگا۔ چڑیا نے اُس کو تین نصیحتیں کیں
اوّل یہ کہ اگر حریف اپنے قابو میں آجائے تو اُسے چھوڑنا
نہ چاہیے۔ دوسرے جو بات قیاس سے باہر ہو اُس پر
یقین لانا بیجا ہے۔ تیسرے گئی ہوئی چیز کے واسطے افسوس
بے فائدہ ہے۔ اور چوتھی ایک بات اور ہے جسے میں
اُس وقت کہونگی جب تو مجھے چھوڑ دیگا۔
زمیندار نے اِن نصیحتوں کو سُن کر اقرار کے موافق
اُس کو چھوڑ دیا تب چڑیا نے دیوار پر بیٹھ کر کہا کہ میرے

پیٹ میں بیضۂ مرغ سے بڑا ایک موتی تھا۔ اگر تو مجھے نہ چھوڑتا اور ذبح کرتا تو وہ موتی تیرے ہاتھ آ جاتا۔ زمیندار افسوس کرنے لگا۔ اس نے کہا کہ اے سادہ لوح تو میری تینوں نصیحتیں اسی وقت بھول گیا کیونکہ میں تیری حریف تھی جب پکڑ پایا تھا تو چھوڑا کیوں۔ اور یہ بیضۂ مرغ کے برابر تو میں خود ہی نہیں ہوں پھر اُس سے بڑھ کر موتی میرے پیٹ میں ہونا بالکل خلاف قیاس ہے مگر تو نے اُس پر اعتبار کیا اور اب جو میں تیرے ہاتھ سے نکل گئی تو افسوس کرنا محض لاحاصل ہے۔ غرض کہ جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب اُس فقیر کی تلاش میں پریشان ہونا اور افسوس کرنا محض بے فائدہ ہے۔ آئندہ سے احتیاط کرو۔ والدعا

(غلام امام شہید)

سوالات

ا۔ بتاؤ کہ انگریزی تعلیم کے رواج سے پہلے ہمارے یہاں پہلے خطوں میں کس قسم کے القاب و آداب کا رواج تھا۔ کیا آج کل بھی اسی

قسم کے القاب لکھے جاتے ہیں۔

۲۔ بتاؤ کہ چڑیا نے زمیندار کو کیا نصیحتیں کیں اور زمیندار نے ان نصیحتوں پر کس حد تک عمل کیا۔

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو۔

شعبدہ، کیمیا گری، سرگرداں، فریب میں آجانا، تاک میں رہنا، سادہ لوح۔

دھرتی ماتا

اے مری دھرتی ماتا مائی
اے سارے سنسار کی دائی

بوڑھے بچے پالنے والی
کچے بچے پالنے والی

آدم حوا کی اولادیں
سب ہیں تیری ہی اولادیں

تیرے پیٹ پہ روئیں گائیں
ناچیں کودیں شور مچائیں

کالی گھٹائیں ساقن تیری
بادِ بہاری مالن تیری

باغ میں ہے ہریالا تیرا
گاتی ہے بلبل سہرا تیرا

ساون بھادوں کی رُت آئے
اور پپیہا شور مچائے

کالی گھٹا سے پانی برسے — پانی کیسا موتی برسے
کیوڑا مہکے بیلا پھولے — ڈال پہ بلبل جھولا جھولے
آہا کیسے کیسے مزے ہیں — کیا کیا یہ ہم دیکھ رہے ہیں
قدرت کی اے راج دُلاری — اے سارے سنسار کی پیاری
مجھ کو سیر دکھانے والی — میرا دل بہلانے والی
اے مری جانی، اے مری بوجھی — میرے ساتھ کی کھیلی کودی
ایک زمانے تک تو کتنی — میری نظروں میں تھی پیاری
آہ مرے بچپن کا زمانہ — وہ مرا بھولا بھالا زمانہ
اور مری وہ بے فکر جوانی — غفلت میں جو میں نے کاٹی
لے کر تیرا سودا سر میں — دیس بدیس اور سیر سفر میں
پھرتا تھا میں مارا مارا — تیری محبت میں آوارہ
آہ مجھے سب یاد ہے اب تک — کتنی تو دلچسپ تھی جب تک
سبزہ تیرا فرش تھا میرا — برسوں میں ہوں اُس پہ لوٹا
تیرے باغ اور تیرے جنگل — تیرے اکھاڑے تیرے دنگل
تیرے کھیت اور تیری جھیلیں — تیری دکانیں تیری سبیلیں
برسوں میں ہوں اُن میں گھوما — سیریں کیں اور دیکھا بھالا
تیری نہر کا بہتا پانی — برسوں دیکھی اُسکی روانی

گھنٹوں بیٹھا ہوں میں جاکر — پانوں پانی میں لٹکا کر
وہ تیری پُر لطف ترائی — برسوں میں نے ہوا ہے کھائی
کھیلا ہوں میں کرکٹ اکثر — تیرے گیندے کی گیند بنا کر
ہری بھری پھلواریاں تیری — وہ بیلے کی جھاڑیاں تیری
پھرتی ہیں یوں میری نظر میں — پائیں باغ ہو جیسے گھر میں
یاد ہے مجھ کو جب میں چڑھ کر — ایک پہاڑی کی چوٹی پر
شاخ پر اک درخت کے بیٹھا — کرتا تھا میں تیرا نظارا
کوسوں تک وہ تیرا سبزہ — دھانی، ماشی، کاہی، بھورا
کوسوں تک وہ تیرے میداں — ستھرے صاف چٹیلے میداں
چھٹکی چھٹکی جھاڑیاں اُس پہ — قدرت کی گلکاریاں اُس پہ
تال، تلیاں، دریا، ریتی — باغ، چمن، آبادی، کھیتی
ایسے تھے سب میری نظر میں — پائیں باغ ہو جیسے گھر میں
جب میں یہ سب دیکھ رہا تھا — خوش تھا دل اور یہ کہتا تھا
حدِ نظر کو اور بڑھاؤں — ایسی بلندی پر چڑھ جاؤں
ایسی چوٹی پر بیٹھوں میں — صاف جہاں سے دیکھ سکوں میں
شہر اور صوبے، گانوں اور قصبے — بکھرے بکھرے چھٹکے چھٹکے
سارا قدرت کا فرنیچر — میرے آگے آئے سمٹ کر

ساری انسانی آبادی یعنی دنیا کی آبادی
میرے آگے کھیل رہی ہو روتی، گاتی، اور ہنستی ہو
(نادر کاکوروی)

سوالات

۱۔ اس نظم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان کو اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۲۔ ذیل کے اشعار میں جو الفاظ چھوڑ دئے گئے ہیں وہ لکھ کر ان اشعار کو پورا کرو۔

باغ میں ہے ہریالا تیرا گاتی ہے بلبل ...... تیرا
ساون بھادوں کی ــــ آئے اور پپیہا شور مچائے
کالی گھٹا سے ــــ برسے ــــ کیسا ــــ برسے

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انہیں فقروں میں استعمال کرو۔

سنسار، سہرا گانا، راج دلاری، جانی بوجھی، دیس بدیس، بائیں باغ، حد نظر،

ایک ویران شہر پر بندروں کا قبضہ

(۱) زلفی[1] نے آج تک ہندوستان کا کوئی شہر نہیں دیکھا تھا۔ ان ویرانوں پر نظر پڑی تو ہر چیز خوش نما معلوم ہوئی۔ کسی زمانے میں کوئی بڑا راجہ تھا جس نے ایک پُر فضا سرسبز پہاڑی پر اس شہر کو آباد کیا تھا لیکن مدّت سے انسان کا وہاں گزر نہ رہا تھا۔ جنگل نے چاروں طرف سے اُسکو گھیر لیا تھا۔ اور خود رو درختوں نے اُسکی شاندار عمارتوں کو چند روزہ حُسن دے کر غارت کرنا شروع کردیا تھا۔ اکثر عالیشان محلوں کے کچھ کچھ حصّے باقی تھے شہر کے اونچے اونچے دروازے شکستہ حال اب تک موجود اور برجیاں اُن پر قائم تھیں۔ پختہ روشوں کے آثار کہیں کہیں دکھائی دیتے تھے۔ دیواریں جگہ جگہ سے ٹوٹی پڑی تھیں، جہاں سے پتھر اُکھڑے تھے وہیں کوئی جنگلی بیل یا خود رو درخت پھوٹ نکلا تھا اور اُس کا ہریالا دل در و دیوار پر چھایا تھا۔

---

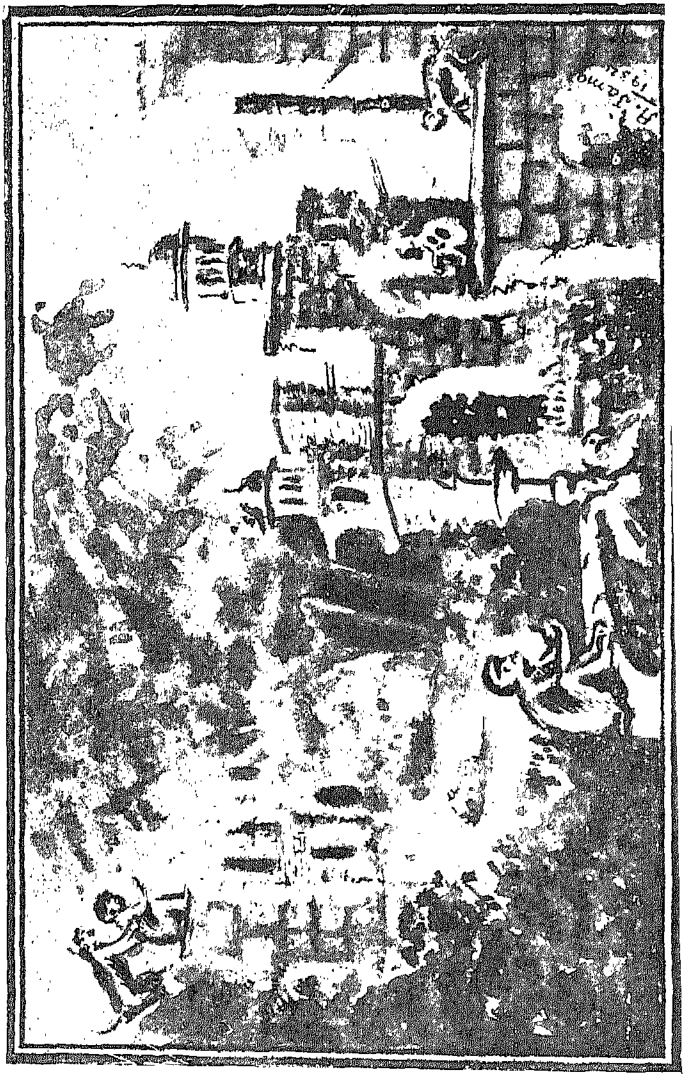
[1] زلفی ایک بچہ کا نام ہے جسکو بھیڑیا اُٹھا کرلے گیا تھا اور اُسی نے اس بچہ کو پالا تھا۔

(۲) کہیں کہیں کسی شکستہ دیوار کے سائے اور درختوں کے جھرمٹ نے مل جل کر تنہائی کے گوشے نہایت دلچسپ بنا دیئے تھے۔ شہر پناہ کے کنگورے اور تھوڑی تھوڑی دور پر فصیلوں کے بُرج بھی شق ہو کر آدھے آدھے خندق میں پھسل پڑے تھے۔ بُرجوں کے ستونوں پر ہری ہری بیلیں لپٹی ہوئی تھیں اور دریچیوں میں جنگلی درختوں کی شاخیں باہر نکل کر ہر وقت ہوا کے جھونکوں سے جھومتی تھیں خندق میں کہیں کہیں برسات کا پانی بھرا تھا۔ اور اس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیاری جانیں اُچھل اُچھل کر چاندی کے پتروں کی طرح چمکا کرتی تھیں۔ اور نہائے دھوئے جل کوّے صبح سے شام تک اُن کے فراق میں پانی کے اوپر اوپر ہواہیں پھرکیوں کی طرح پھرا کرتے۔ دس پانچ ڈبکیوں میں دو چار مچھلیوں سے پوٹا بھر دیا تو خوش ہو کر اڑ جاتے کہ دوسرا پانی دیکھیں۔

(۳) ویرانے کے بیچوں بیچ پہاڑ کی چوٹی پر راجہ کا محل تھا چھت کبھی کی گر چکی تھی فقط در و دیوار باقی تھے محرابیں موجود تھیں۔ خشک نہر کے کنارے چوپڑ کا فرش اور سنگ مرمر کے فوّارے ٹوٹے پڑے تھے۔ درختوں کی

جڑوں نے فرش کے پتھروں کو توڑ پھوڑ کر ناہموار کر دیا تھا
اور سنگ مرمر کی سلوں پر سبز اور سرخ داغ پڑ گئے تھے
محل کے چبوترے پر مہتابی کے پاس کھڑے ہو کر دیکھو تو
چاروں طرف کالی کالی دیواریں دکھائی دیتی تھیں چھت
کسی مکان کی باقی نہ رہی تھی۔ پختہ سڑکوں کے کنارے
جہاں اب گڑھوں میں پتھروں کے ڈھیر پڑے ہیں۔ کیسی
وقت میں بڑے بڑے اندارے اور پن گھٹ تھے۔ یہاں پیاری
پیاری لڑکیاں جن کے ہنسنے بولنے کے دن تھے۔ آپس
میں چہلیں کرتی پانی بھرا کرتی تھیں۔

(۴) چورا ہے پر جو ایک بے ڈول سے پتھر کا ٹکڑا پڑا
ہے۔ یہ کسی دیوتا کی مورتی تھی جس پر روز صبح سویرے
پھولوں کے ہار چڑھا کرتے تھے۔ وہ ٹوٹا برج جہاں پیپل
کے بہت سے چھوٹے بڑے درخت اُگ آئے ہیں۔ جنکے
پتے دھوپ میں چمک چمک کر ہوا کے جھونکوں سے
تالیاں بجاتے ہیں یہ اُس شہر کا عالیشان مندر تھا۔
یہاں صبح و شام سنکھ اور گھنٹے بجتے تھے۔ پوجاریوں کے
میلے لگے رہتے تھے۔ مگر اب وہ صورتیں کہاں۔ نہ راج



رہا، نہ پاٹ۔ بستی کے بسنے اور بسانے والے سب خاک
میں مل کر خاک ہو گئے۔ اب تو یہ ایک ویرانہ ہے۔ اور
اُس پر بندروں کی حکومت کا ڈنکا رات دن پڑا بجتا ہے
وہ اس شہر کو اپنا شہر مشہور کرتے اور خود شہری بن کر
جنگل والوں کو دہقانی بتاتے ہیں۔ مگر آج تک ان
مسخروں کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ یہ محل اور مکانات کس نے
بنائے تھے۔ اور کیوں بنائے تھے اور اُن میں کس طرح
رہنا چاہیے۔ مگر زعم یہی تھا کہ ہم ہر بات میں انسان کی
نقل اُتار سکتے ہیں۔ راجہ کے محل میں جہاں کبھی درباریوں
کا ہجوم رہتا تھا سیکڑوں بندر ایک کے پیچھے ایک بیٹھ
جاتا۔ اور بجائے اس کے کہ رموز سلطنت پر سرگوشیاں
ہوں، ایک کی جوئیں ایک دیکھ دیکھ کر کھاتا تھا اور اس شغل
میں اس درجہ محو ہوتے کہ تھوڑی دیر میں سب کا جی گھبرا اُٹھتا
اور فوراً آنکھ مچولی شروع ہو جاتی۔ بیس بیس تیس تیس بندروں
کی ٹولیاں بنا کر ادھر گھس اُدھر پیٹھ۔ دس بندر دالان
میں گھس، کمانچے میں آئے ہیں۔ تو پانچ کمانچے سے اُچک
شہ نشین پر پہنچے۔ ایک جوڑا پیچھے پر سے کود صحنچی کے طاق میں

سردی کھاتا، تو دوسرا زینے سے چڑھ۔ سراپردہ سے برآمد ہو۔ تخت پہ ناچ نہ کھاتا۔ اور اُس غریب بوڑھے بندر کو چھیڑتا جو سائبان کے قلابے میں تن تنہا لٹکا کچے گولروں کی یاد میں مصروف ہے۔

(۵) غرض دس دس کے پیچھے بیس بیس اور بیس بیس کے پیچھے تیس تیس بندر رہتے کہ ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر بھاگ رہا ہے۔ کبھی کبھی بہت اہتمام سے چونے کے ٹکڑے دیواروں سے اُکھیڑ کر صدر کی جانب دیوان خاص کے گوشے میں جمع کیے جاتے ہیں۔ کبھی صحن چبوترے کی اینٹیں نکال نکال کر اُن کے ڈھیر سنگ مرمر کے تخت پر چنے جاتے ہیں اور پھر اس کثرت کار میں قوت حافظہ یک لخت معطل ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھول کر کہ چونے اور اینٹوں کے خزانے کہاں جمع کئے تھے تفتیش شروع ہوئی۔ اور دوران تفتیش میں خفیف سی رنجشیں پیدا ہو کر دفعتہً اس زور کی لڑائی ٹھنی کہ سیکڑوں بندر لہو لہان ہو جاتا۔ اور بندریاں بچوں کو کلیجے سے لگا دُور جا بیٹھتیں۔ پھر کوئی خیال یکایک ایسا پیدا ہوتا کہ تیس تیس چالیس چالیس بندروں کی گروہ بندی

ہو جاتی۔ اور سب کے سب پائیں باغ میں جا کودتے جہاں ابھی تک پھولوں اور میووں کے درخت خودرو حالت میں پھولا پھلا کرتے تھے۔ ایک غول رنگتروں میں سے نکل کر ناشپاتیوں میں پہنچا تو دوسرا امرودوں سے نکل کھجوروں کے جھنڈ میں جا کودا۔ ایک نے چمن کی روش پر گلاب کے تختوں کو روند مارا، تو دوسرا محض گھاس پر لوٹنے لگا۔ درختوں کو ہلا ہلا کر پھلوں کی بوچھار پر ہنسیاں ہو رہی ہیں اور اُن کے ستھرائی پر قہقہے لگ رہے ہیں۔

(۶) باغ و چمن تو خیر اپنی جائداد تھے محلوں میں بھی کوئی تہ خانہ۔ کوئی بھول بھلیاں۔ کوئی تاریک سُرنگ کا رستہ ایسا نہ تھا جس کو اُنھوں نے بار بار تحقیق نہ فرمایا ہو لیکن خاک یاد نہ رہتا تھا کہ کون سی چیزیں دیکھ چکے ہیں اور کون سی دیکھنی باقی ہیں۔ اور پھر دو دو چار چار مل کر گروں میں یا ہیں ڈالے محلوں میں ٹہلتے پھرتے اور فخر کرتے کہ جس طرح آدمی یہاں آباد تھے اور اپنے کاروبار میں مصروف رہتے تھے اسی طرح ہم بھی اس شہر میں آباد ہوئے ہیں۔ پختہ تالابوں اور سنگ مرمر کے پاکیزہ حوضوں سے پانی پیتے اور تھوڑی دیر میں بڑنل جل کو گندہ

کرکے کیچڑ کر دیتے۔ اور پھر پانی پر لڑائیاں ہوتیں جو خشکی کی لڑائیوں سے ہرگز کم نہ تھیں۔ اور ابھی ان لڑائیوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا تھا کہ اپنی تعریفوں کے گیت شروع ہو جاتے۔ قصیدہ پر قصیدہ پڑھا جاتا۔ کلام میں اس بلا کی شورش ہوتی تھی کہ چیختے چیختے آوازیں بیٹھ جاتیں اور ممدوحین کی چند یا مداحین کے پنجوں کی داد دیتے دیتے گنجی ہو جاتی تھی اور پھر یہی سب حرکتیں اور انکے متعلق مضامین از سر نو شروع ہو جاتے۔ (عنایت اللہ دہلوی)

سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل فقروں کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کرو:۔

(ا) "نہائے دھوئے جل کوے صبح سے شام تک ان کے فراق میں پانی کے اوپر اوپر ہوا میں پھر کیوں کی طرح پھرا کرتے تھے۔ (ب) چھت کبھی کی گر چکی تھی۔ (ج) پجاریوں کے میلے لگے رہتے تھے۔ (د) اس کثرت کار میں قوت حافظہ یک لخت معطل ہو جاتی ہے۔

۲۔ اس مضمون سے بندروں کے عادات و خصائل کے متعلق جو واقفیت تم نے حاصل کی اس کو اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۳۔ بتاؤ کہ ان الفاظ کی بابت تم کیا جانتے ہو:۔

کماپچہ، شہ نشین، مورتی، آنکھ مچولی، دیوان خاص، پائیں باغ۔

۴۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

خود رو، چند روزہ۔ جُھرمٹ، پھرکی، محراب، بن گھٹ، چہلیں کرنا، بے ڈول، لڑائی ٹھننا، سراپردہ، لہولہان۔

کوّے اور ہرن کی دوستی

اک دشت میں سنا ہے کہ اک خوب تھا ہرن　　　بچہ ہی تھا، ابھی نہ ہوا تھا بڑا ہرن
پھرتا تھا چوکڑی کا دکھاتا مزا ہرن　　　دیکھا جو ایک کوّے نے وہ خوش نما ہرن
دل کو نہایت اُس کے وہ اچھا لگا ہرن

دو باتیں کر کے کوّے نے اُس کو لگا لیا　　　دم میں ہرن بھی کوّے کی الفت میں آگیا
کوّے ہرن میں ٹھہری جو گہری محبّت آ　　　کوّا جدھر جدھر کو خوشی ہو کے جاتا تھا
پھرتا تھا اس کے ساتھ لگا جا بجا ہرن

اک گیدڑ اس ہرن کے قریب آ کے نابکا　　　بولا "ہزار جان سے میں تم پہ ہوں نثا
مجھ کو بھی اپنا جانو غلام اور دوست دار"　　　اور دل میں یہ کہ کیجیے کسی طور سے شکار
اس کی دغا و مکر سے واقف نہ تھا ہرن

گیدڑ یہ کہہ کے مکر سے جس دم گیا اُدھر　　　کوّا ہرن سے کہنے لگا کر کے شور و شر
یہ سخت مکر باز ہے کر اس سے تو حذر　　　اک دن دغا سے تجھ کو یہ پکڑے گا فتنہ گر
سُن کر یہ بات کوّے کی چُپ ہو رہا ہرن

دو ایک روز بعد وہ گیدڑ پھر آ گیا　　　کوّے کو سوتا دیکھ یہ بولا وہ پُر دغا
"میں آج دیکھ آیا ہوں کیا کھیت اک ہرا　　　تم کھاؤ اس کو چل کے تو ہو شاد دل مرا"
سنتے ہی اُس کے ساتھ اُچھلتا چلا ہرن

جس کھیت پر یہ لے کے گیا اُس کو بدسگال   واں پہلے دیکھ آیا تھا وہ اک ہرن کا جال
لے پہنچا جب ہرن کے تئیں کھیت پر شغال   جاتے ہی واں ہرن نے دیا منہ کو اُس میں ڈال
منہ ڈالتے ہی جال میں واں پھنس گیا ہرن

وہاں پھڑپھڑاتا آگیا کوّا بھی ناگہاں   گیدڑ کو دے کے گالی ہرن سے کہا کہ "ہاں
تڑپے مت آہیں ورنہ تو ہووے گا ناتواں"   کوّے کی بات سنتے ہی ہمت کو باندھ واں
جیسے کہ گر پڑا تھا وہیں پھر اُٹھا ہرن

گیدڑ لگا جب آنے ہرن کی طرف جھپٹ   کوّا پکارا مار تو سینگ اک جو جائے ہٹ
یا اک کھڑی تو ایسی لگا پاؤں کی لپیٹ   جاوے جو اُس کے لگتے ہی گیدڑ کا پیٹ پھٹ
سنتے ہی یہ تو سینگ ہلانے لگا ہرن

گیدڑ نے خوب کوّے کو دیں جل کے گالیاں   صیاد واں ہوا تھا کسی کام کو رواں
اس میں شکاری آ کے ہوا دور سے عیاں   کوّا پکارا لیٹ جا دم بند کر کے ہاں
دم بند کر کے اپنا وہیں گر پڑا ہرن

گیدڑ نے اُس کو دیکھ کے اک جا کے جھاڑی لی   صیاد اُس ہرن کو پڑا دیکھ اُس گھڑی
افسوس کر کے دام کی رسّی وہ کھول دی   کوّا پکارا بھاگ ارے وقت ہے یہی
سنتے ہی واں سے چوکڑی بھر کر اُڑا ہرن

صیاد نے جو دیکھا ہرن اُٹھ چلا جھپک   جلدی سے دوڑا پیچھے ہرن کے وہ سینہ چاک
سونٹے کو پھینک مارا جو پھرتی سے اُس نے کس   بھاگا ہرن، لگا وہیں گیدڑ کے آ کھٹاک

سر اُس کا پھوٹا اور سلامت گیا ہرن

گیدڑ نے اُس ہرن کا جو چیتا تھا وہاں بُرا — پائی اُسی نے اپنی بدی کی وہیں سزا
تھا یہ تو نثر میں نے اسے نظم میں کیا — پہنچا نظیرؔ جب وہ خوشی ہو کے اپنی جا
کوّے کے ساتھ پھر وہ بہت خوش رہا ہرن

(نظیرؔ اکبر آبادی)

سوالات

۱۔ اس نظم میں جو قصّہ بیان کیا گیا ہے اس کو نثر میں بیان کرو،

۲۔ بتاؤ کہ کوّے نے کس طرح ہرن کو شکاری کے جال سے چھڑایا،

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:-

ہزار جان سے نثار ہونا، حذر کرنا، بدسگال، چوکڑی بھرنا، برا چیتنا،

صنعت و حرفت

۱۔ دولت پیدا کرنے کی خواہش تو عموماً سب ہی لوگوں کو ہے اس لئے دولت پیدا کرنے کے اُصول سے واقفیت حاصل کرنی بھی ضرور ہے۔ دولت پیدا کرنے کے تین ذریعے ہیں زمین، محنت، راس المال، زمین دولت کی پیداوار کا قدرتی ذریعہ ہے

لیکن دولت پیدا کرنے کا دوسرا طریقہ محنت ہے۔ جس میں صنعت و حرفت داخل ہے۔ اگرچہ سب چیزیں قدرتاً زمین سے پیدا ہوتی ہیں لیکن اُن کو بکارآمد اور بیش قیمت بنانا انسان کا کام ہے۔

۲- جس چیز کے ساتھ محنت و دستکاری نہ کی جاوے وہ کم قیمت یا بے قیمت رہ جاتی ہے۔ مثلاً دریا کے کنارے پانی کچھ قیمت نہیں رکھتا یا لکڑی زمین سے پیدا ہوتی ہے لیکن اسکا بکارآمد سامان بنانا انسان کا کام ہے۔ لوہا زمین سے نکلتا ہے لیکن اوزار انسان بناتا ہے۔ چاندی سونا زمین سے پیدا ہوتے ہیں لیکن زیورات انسان گڑھتا ہے۔ غرض بہت کم چیزیں ایسی ہیں۔ جن پر انسان کی محنت نہ صرف ہوتی ہو۔

۳- یہ صنعت ہی ایسی عمدہ چیز ہے کہ دمڑی کی چیز کو لاکھوں روپیوں کا بنا دیتی ہے۔ گھڑی کے پُرزے پیتل اور لوہے کے بنتے ہیں۔ اِتنے سے پیتل یا لوہے کی قیمت دو تین آنے بھی نہیں ہوتی لیکن گھڑی سیکڑوں روپیہ کو فروخت ہوتی ہے جس شخص کے ہاں گھڑی بنانے کا کارخانہ ہو اور سیکڑوں گھڑیاں روز بنا سکے تو اُس کے ہاں کیوں نہ دَولت ٹوٹ پڑے،

۴- روئی روپیہ کی کئی سیر فروخت ہوتی ہے۔ لیکن جب اُسکا

کپڑا بنایا جاتا ہے تو کئی روپیہ تک کا ایک گز بکتا ہے۔ غرض اسی طرح ہر ایک چیز جو قدرتی حالت میں ارزاں ہوتی ہے۔ جب اُس پر محنت و دستکاری کی جاتی ہے، تو بہت قیمتی ہو جاتی ہے۔

۵۔ جس قوم میں صنعت و حرفت زیادہ ہوگی۔ وہ زیادہ دولتمند ہوگی، یورپ میں اس محنت اور صنعت کی بدولت دولت کا چراغ روشن ہے۔ اب تو ہاتھوں کے علاوہ مشینوں سے ہر ایک قسم کا کام لیا جاتا ہے جو ایک دن میں ہزاروں ہاتھوں کا کام کرتی ہیں اور کام وہ جو سونے کی تول بکتا ہے۔ ہندوستان ایسا ملک ہے کہ پیداوار کا منبع اور طرح طرح کی صنعت کا مخزن ہے۔ لیکن یہاں والے فی زمانہ سائنس میں ترقی نہ کرنے سے مشینیں ایجاد نہ کر سکے، اسی وجہ سے اہل یورپ کی دستکاریوں کے آگے اس کی صنعت کا چراغ ٹھنڈا ہو گیا۔ اور تمام اشیاء ضروری۔ کپڑا سُوئی تاگا، شیشہ، چینی کے سامان۔ لیمپ، نب، قلم، دوات، کاغذ، چاقو، پنسل۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور ادنیٰ سے ادنیٰ سب ہی یورپ سے بن کر آتی ہیں۔ تب ہمارا کام چلتا ہے۔

۶۔ دولت کے پیدا کرنے میں مشینوں سے بہت مدد ملتی ہے۔ لہذا اس کا بہت سہل علاج یہ ہے، کہ بہت سے لوگ ملکر

اتنا سرمایہ جمع کریں، کہ جو کام وہ کرنا چاہتے ہیں اُس کے لئے اچھی طرح کافی ہو اور اُس سے مشینیں خریدی جائیں۔ اور اُن کو استعمال کرنا اور ویسی ہی اور ایجاد کرنا سیکھیں۔ اور ایسی تعلیم لڑکوں کو دی جائے کہ جو ضروریات زندگی مہیا کرنے میں مدد دے،

(از حکمت علی)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ دولت پیدا کرنے کے تین ذریعے کیا ہیں؟

۲۔ بتاؤ کہ ہندوستان صنعت و حرفت میں یورپ کے ترقی یافتہ ممالک سے پیچھے کیوں ہے، تمھارے نزدیک وہ کیا ذرائع ہیں جن کی مدد سے ہمارا ملک صنعت و حرفت میں ترقی کر سکے،

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

راس المال، صنعت و حرفت، بیکار آمد، ارزاں، سونے کی تول بکنا، فی زمانہ، چراغ ٹھنڈا ہونا، لہٰذا،

پیشہ کا انتخاب

پہلا لڑکا

ارادہ ہے میرا جواں جب میں ہونگا — اگر ہو سکا تو میں دہقاں بنونگا
میں سورج نکلنے سے پہلے ہی اٹھکر — پہنچ جاؤں گا اپنے کھیتوں میں اکثر
سنوں گا میں چڑیوں کا دلکش ترانہ — وہ پتوں کا ساتھ انکے جھانجھن بجانا
چلاؤں گا ہل تخم ریزی کرونگا — میں خوب اپنے کھیتوں میں پانی بھرونگا
نتیجے کا پھر منتظر میں رہونگا — یہی میں کروں گا جواں جب میں ہونگا

دوسرا لڑکا

مری عرض سنئے جواں جب میں ہونگا — اگر ہو سکا تو میں تاجر بنونگا
عطا کی اگر مجھ کو ہمت خدا نے — میں کھولوں گا ہر شہر میں کارخانے
سجاؤں گا اس طرح اپنی دکاں کو — کہ ہو خواہش دید پیر و جواں کو
کروں گا خریدار کو خوش میں ایسا — کہ لے جائے واپس نہ گھر ایک پیسہ
ترقی تجارت کو صنعت کو دوں گا — یہی میں کروں گا جواں جب میں ہونگا

تیسرا لڑکا

مری عرض سنئے جواں جب میں ہونگا — اگر ہو سکا تو مصور بنوں گا
خدا کی جو مجھ پہ ہوئی مہربانی — تو دنیا میں کہلاؤں گا رشک مانی

کبھی جا کے کھینچوں گا تصویرِ صحرا — کبھی میں اُتاروں گا گلشن کا نقشہ
کہیں ہلکا ہلکا کہیں شوخ گہرا — میں ہر رنگ موقع بموقع بھروں گا
میں نظارۂ نقشِ قدرت کروں گا — یہی میں کروں گا جواں جب میں ہونگا

چوتھا لڑکا

مری عرض سنئے جواں جب میں ہونگا — اگر ہو سکا تو معالج بنوں گا
کہیں کام لوں گا دوا و غذا سے — کہیں صرف تبدیل آب و ہوا سے
پلستر میں رکھوں گا تن پر کسی کے — بدن پر لگاؤں گا نشتر کسی کے
کسی کے لئے کوئی نسخہ لکھوں گا — کسی کے میں زخموں پہ مرہم رکھوں گا
میں دُکھ درد کھونیکی کوشش کروں گا — یہی میں کروں گا جواں جب میں ہونگا

پانچواں لڑکا

مری عرض سنئے جواں جب میں ہونگا — اگر ہو سکا تو مہندس بنوں گا
بناؤں گا میں دُود کش ایک ایسا — کہ سو گز ہو مینارِ بابل سے اونچا
بناؤں گا پُل، مقبرے اور مساجد — محلات و حصنِ حصین اور معابد
بنے ایسی عمدہ مری ہر عمارت — کہ دیسی ہی آئے نظر تا قیامت
میں تعمیر کے فن میں یکتا بنوں گا — یہی میں کرونگا جواں جب میں ہونگا

چھٹا لڑکا

مری عرض سنئے جواں جب میں ہونگا — اگر ہو سکا تو اڈیٹر بنوں گا

چلے گا قلم میرا کاغذ پہ فر فر
میں ہر روز لکھوں گا دفتر کے دفتر
مرا خط ہو پاکیزہ الفاظ شستہ
عبارت سلیس اور معنی ہویدا
قرینے سے رکھونگا کمرے میں اپنے
کتابوں کی الماریاں اور بستے
قلم سے جہاں میں حکومت کرونگا
یہی میں کرونگا جواں جب میں ہونگا

سب مل کر

بہر حال جسوقت ہونگے جواں ہم
مصوّر ہوں تاجر ہوں یا قلبہ راں ہم
اڈیٹر بنیں یا مہندس بنیں ہم
معالج ہوں یا اور پیشہ کریں ہم
غرض عام اس سے کہ ہم کیا کرینگے
یہ بیشک جناب آپ سے ہم کہیں گے
ہے امید ہم کارہائے نمایاں
کریں یوں جہاں میں کہ ہو عقل حیراں
مفید اور نیک اور امیں ہم بنیں گے
ہمیشہ جہاں میں معزز رہیں گے
کرینگے نہایت ہی اچھی طرح سے
ہر اک کام اپنا جواں جب ہم ہونگے

(امیر احمد انصاری)

سوالات

۱۔ پانچویں لڑکے نے پیشے کے انتخاب کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کو اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۲۔ بتاؤ کہ ان لڑکوں نے جو پیشے منتخب کئے ہیں ان میں سے کونسا پیشہ تمھارے نزدیک سب سے زیادہ مفید ہے، جواب مدلّل ہونا چاہئے،

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور اُنھیں فقروں میں استعمال کرو:۔
جھانسے، تخم ریزی کرنا، معالج، مہندس، دُود کش، حصن حصین،

غازی آباد کے اسٹیشن پر دو گھنٹے

۱۔ مجھے اکثر میرٹھ سے علی گڈھ آتے ہوئے اور علی گڈھ سے میرٹھ جاتے ہوئے گاڑیوں کے اوقات میں تفاوت ہونے کی وجہ سے دو دو تین تین گھنٹے غازی آباد کے اسٹیشن پر پڑا رہنا پڑتا ہے یہ وقت اکثر محکمۂ ریل کے چند علم دوست کارپردازوں کی معیت میں بڑی دلچسپی سے صرف ہوتا ہے کیونکہ فرصت ہوتی ہے اور سوائے گاڑی کے انتظار کے اور کوئی خیال نہیں ہوتا۔ اِس لئے فطرتاً دماغ کو کسی دلچسپ مشغلہ کی تلاش ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ خصوصاً غازی آباد کے اسٹیشن پر دلچسپ مشغلوں کی کمی نہیں ہے۔ واقعات تو بہت ہیں اور غایت درجہ دلچسپ بھی۔ لیکن میں اُن میں سے صرف دو گھنٹے کے دوران قیام کے مشاہدات کا خاکہ پیش کرتا ہوں۔

۲۔ جولائی کا مہینہ تھا شام کا وقت میرٹھ سے آنے

والی گاڑی سات بجے کے قریب غازی آباد کے اسٹیشن پر پہنچی۔ میں اس گاڑی کے تیسرے درجہ میں سے اترا میرے ساتھ اسی درجہ میں سے ایک صاحب اور بھی اترے۔ یہ لاہور سے آرہے تھے۔ نہایت عمدہ ریشم کا سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ جس قدر گفتگو ریل میں اُن سے ہوئی جہاں تک میں نے اندازہ کیا یہ نتیجہ نکالا کہ وہ چیف کورٹ پنجاب کے وکیل ہیں۔ طبعًا کچھ سنجیدہ ضرور ہیں۔ مگر شراب یا اور کسی نشہ کی عادت نے اُن پر غلبہ پاکر اُنھیں متانت کی حدوں سے باہر کردیا تھا۔ گفتگو سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ ان کا کام خوب چل رہا ہے۔ اور کسی طرح دو تین ہزار روپئے ماہوار سے آمدنی کم نہیں ہے۔

۳۔ میرٹھ سے غازی آباد تک انھوں نے کئی مرتبہ اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ تیسرے درجہ میں سفر کرنے کی "ذلت" کا ذمہ وار چند ایسے وجوہ و اسباب کو قرار دیں جو اُن کے اختیار سے باہر تھے۔ مثلاً "مجھے ایک ضروری کام کی وجہ سے دیر ہوگئی تھی۔ جب اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی چھوٹنے والی تھی سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ گھر دُور تھا۔ تیسرے درجہ کا

ٹکٹ گھر سامنے تھا۔ کیا کرتا۔ مجبوراً تیسرے ہی درجہ کا ٹکٹ لینا پڑا۔ میں تو ریل میں سوار ہو گیا مگر اسباب اور ملازم وہیں رہ گئے۔ خیر اب دوسری گاڑی سے آجائینگے۔ میں دہلی جارہا ہوں، ویسرائے سے ملنے کا ارادہ ہے"، فرماتے تھے "مجھے عمر میں پہلی مرتبہ یہ اتفاق ہوا ہے، کہ تیسرے درجہ میں سفر کروں۔ توبہ! توبہ! ایسی مصیبت بھی کبھی نہ اُٹھائی تھی۔ تیسرا درجہ شریفوں کے لایق نہیں ہے۔ تھیٹر کا چار آنے والا درجہ اور ریل کا تیسرا درجہ ایک مد میں ہیں"۔

۴۔ غرض غازی آباد کا اسٹیشن آگیا۔ ہمارے وکیل صاحب بھی اُترے مگر اس لئے کہ کیلنر کے ہوٹل سے چار اور ٹوسٹ وغیرہ منگائیں ہوٹل کی طرف رُخ کرکے بڑھے ہی تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر نے آ گھیرا "جناب کا ٹکٹ"؟ میرے کان میں بھی آواز پہنچی خواہ مخواہ متوجہ ہو گیا، وکیل صاحب کی بوکھلاہٹ دیکھنے کے قابل تھی۔ پہلے تو جیبیں ٹٹولیں پھر فرمانے لگے، اوہو ٹکٹ تو ملازم کے پاس ہے، بابو صاحب نے کہا چلئے ملازم کہاں ہے اُس سے لیکر مجھے ٹکٹ دکھا دیجئے۔ اب تو وکیل صاحب بہت بگڑے، کہنے لگے "تم بڑے بدتمیز ہو۔ ہمارا

اعتبار نہیں کرتے ہم کہتے تو ہیں کہ ٹکٹ ملازم کے پاس ہے۔ کیا ہم جھوٹ بولتے ہیں"۔ مگر ریل کے بابو نے ایک نہ سنی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ غریب پولیس کے سپرد کر دیا گیا۔ اور بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ مصنوعی وکیل ایک دوا فروش تھا۔ ریل کے بابو تو مصنوعی وکیل کو لیکر پولیس کی چوکی کی طرف سدھارے، اور میں مسافروں کے مطالعہ میں مصروف ہوگیا۔

۵۔ میری نظر ایک لحیم شحیم بزرگ صورت سے ٹکرائی کسی دفتر کے بابو معلوم ہوتے تھے۔ دوہرے بدن کے آدمی تھے میلی سی دھوتی باندھے ہوئے، ایک ہاتھ میں ٹرنک لٹکا ہوا۔ دوسرے ہاتھ سے بغل میں بستر دبائے ہوئے ہانپتے کانپتے ریل کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں جھانکتے پھر رہے تھے۔ سوار ہونے کا ارادہ تھا، ایک عورت ساتھ تھی۔ جو غالباً اُن کی بیوی تھی۔ پیچھے پیچھے دو بچے بھی تھے۔ ایک لڑکا ایک لڑکی۔ لڑکا رو رہا تھا اور لڑکی بے خیالی سے ہونٹ چلاتی ہوئی اِدھر اُدھر تکتی ہوئی اطمینان کے ساتھ آرہی تھی۔ اتنے ہی میں انجن نے سیٹی دی بابو صاحب بُری طرح گھبرا گئے، انھیں ابھی تک کہیں جگہ نہ ملی تھی۔ شاید سیٹی سُنتے ہی سمجھے کہ گاڑی چھوٹنے والی ہے

۱۷۶۵۲

حالانکہ ابھی گاڑی کے چھوٹنے میں پانچ منٹ سے زیادہ باقی تھے سامنے فرسٹ کلاس کا دروازہ تھا فوراً کھول کر داخل ہوگئے

۶۔ لڑکا تو چڑھ گیا۔ لیکن لڑکی بیس تیس قدم پیچھے تھی۔ اُسے کچھ خبر نہیں کہ ماں باپ کہاں گئے۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر رونے لگی۔ میں نے اُسے گود میں اُٹھا لیا، اور بابو صاحب کے درجے کی طرف چلا اِدھر ریل کے دو منکر نکیر آ پہنچے۔ حساب فہمی ہونے لگی۔ "ٹکٹ دکھائیے، یہ تو تیسرے درجہ کے ٹکٹ ہیں آپ سے پہلے درجہ کا کرایہ وصول کیا جائے گا" اب بابو جی کے ہوش جاتے رہے۔ گڑگڑانے لگے " جلدی میں بیٹھ گیا ہوں اِس وقت تو معاف فرمائیے۔ اگلے اسٹیشن پر درجہ بدل لوں گا" اتنے ہی میں میں پہنچ گیا۔ میں نے کہا "آپ اس بچّی کو کیا یہیں چھوڑ جائیں گے؟ لالہ جی گھبرا کر بولے۔" ارے یہ تو اسٹیشن ہی پر رہ گئی تھی" میں نے اور ریل کے بابو صاحب نے جلدی جلدی انھیں اس درجہ سے اُتار کر تیسرے درجہ میں پہنچایا۔ اور شکر ہے کہ جب گاڑی چلی ہے تو وہ اطمینان سے بیٹھ گئے تھے۔

۷۔ اب میں ٹکٹ کلکٹروں کے لئے جو کمرہ مخصوص ہے اُس میں اپنے ایک دوست کے پاس جا بیٹھا۔ ابھی مجھے وہاں

پہنچے ہوئے چند ہی منٹ گذرے تھے کہ ایک صاحب تشریف لائے۔ لانبا قد، ریشم کی ایک اچکن زیب تن کئے۔ ڈھیلے پائنچوں کا پائجامہ، ٹوٹا ہوا بوٹ پہنے ہوئے۔ پان کے رنگ سے ہونٹ سیاہ۔ آنکھوں پر عینک، آتے ہی بولے "ہمارا ٹکٹ ڈیوڑھے درجہ کا بنا دیجئے۔ میل گاڑی سے جائیں گے۔" بابو نے کہا ایک روپیہ دس آنے اور دے دیجئے۔ اس پر یہ نو وارد مسافر صاحب سٹ پٹائے، کہنے لگے "بابو جی اتنا تو نہ لیجئے۔ کچھ تو رعایت ہونی چاہیئے۔ میں تو تیسرے ہی درجہ میں بیٹھنے کو تیار ہوں، آپ اس میں ایک تیسرا درجہ لگوا دیجئے۔" اس پر بابو کو ہنسی آگئی اسنے کہا "جناب یہ میں اپنی جیب کے لئے نہیں لے رہا ہوں، آپ کو اس کی رسید دوں گا" لیکن ان مسافر صاحب کی ایک سمجھ میں نہ آئی، بار بار دام کم کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ میل ٹرین آگئی۔ اُس وقت وہ ایک روپیہ آٹھ آنہ تک آگئے تھے۔ بولے "ایسی بھی کیا بات ہے۔ جو منہ سے نکلے وہی ملے۔ بابو صاحب سودا اس طرح سے نہیں ہوا کرتا کچھ آپ دبئے۔ کچھ میں دبوں۔" آخر بیچارے بابو کو غصہ آگیا۔ اُس نے جھنجھلا کر کہا کہ "آپ کو ٹکٹ لینا ہے تو لے لیجئے ورنہ تشریف

لے جائیے۔ مجھے فضول گفتگو کی فرصت نہیں"، آپ یہ سنکر تعجب نہ کریں کہ وہ مسافر میل ٹرین سے نہ جا سکا،

۸۔ ہماری گاڑی کا وقت آگیا۔ میں جس درجہ میں سوار ہوا اس کے قریب والے درجہ میں ایک صاحب نے جو صورت اور لباس سے مارواڑی معلوم ہوتے تھے۔ دو پیسے کی بھُنی ہوئی چنے کی دال خریدی۔ ان کے پاس اکنّی تھی۔ دال والے سے کہا۔ "پہلے دو پیسہ دے جب اکنّی دوں گا" خیال یہ تھا کہ اگر اسے اکنّی دیدی اور پیسے واپس کرنے سے پہلے گاڑی چھوٹ گئی، تو دو پیسے گئے۔ اُس غریب کے پاس بھی پیسے نہ تھے، وہ کہتا تھا کہ "آپ اکنّی دیں۔ تو میں پیسے کسی سے لا دوں" مگر اُن کی بے اعتمادی نے یہ اجازت نہ دی کہ اُسے اکنّی دے دیں، یہاں تک کہ گاڑی چھوٹ گئی۔ اب وہ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہے۔ اور یہ چھڑانے کی کوشش میں ہیں۔ آخر ایک اور صاحب نے دو پیسے پھینک کر ہاتھ چھوڑوا دیا۔

۹۔ اُسی روز ایک اور دلچسپ مگر افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ ایک دوہرے بدن کا گنوار ہمارے ہی درجہ میں بیٹھا تھا۔ بدقسمتی سے غازی آباد ہی میں ٹی ٹی آئی جو راستے میں ٹکٹوں کا معائنہ

کرتا ہے۔ ہمارے درجہ میں سوار ہوگیا۔ جب اس گنوار سے ٹکٹ پوچھا۔ تو بیچارہ بہت گھبرا گیا۔ ٹی ٹی آئی بھی ضدی تھا اُس کے سر ہو گیا۔ اور بولا کہ" ٹھہرے رہو اب کے اسٹیشن آئے تو میں تمھیں پولیس کے سپرد کردوں گا۔ بیچارہ دیہاتی ڈر گیا اور جب ٹی ٹی آئی اور لوگوں کے ٹکٹ دیکھ رہا تھا، وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر چلتی ریل سے کود گیا۔ فوراً گاڑی ٹھہرائی گئی۔ سارا خون میں شرابور روتا ہوا آرہا تھا۔ برف کا کپڑا باندھا گیا۔ اور ٹرین کے ایک درجہ میں اُسے لٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بیہوش ہوگیا۔ میں اپنے درجہ میں جا بیٹھا پھر مجھے معلوم نہیں کیا ہوا

(احسان علی کوثر)

سوالات

۱۔ ذیل کے فقروں کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کرو:۔

ا۔ دماغ کو کسی دلچسپ مشغلہ کی تلاش ہوتی ہے،

ب۔ انھوں نے کئی مرتبہ اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ تیسرے درجہ میں سفر کرنے کی "ذلت" کا ذمہ دار چند ایسے وجوہ و اسباب کو قرار دیں جو ان کے اختیار سے باہر تھے

ج۔ اِدھر ریل کے دو منکر نکیر آپہنچے احساب فہمی ہونے لگی،

۲۔ ایک خط لکھو جس میں اس مضمون کا خلاصہ اس طرح پیش کرو گویا تم خود سفر کر رہے

تھے اور یہ سب واقعات تم نے بچشم خود دیکھے،

۴۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور اُنھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

مشاہدہ، کام چلنا، اختیار سے باہر ہونا، ایک نہ سننا، غایت درجہ،

بائیسکل

کسی صبح کو عشرت آباد میں
سراپا بسی عطرِ ایجاد میں
جِلو میں جو سِلوَر[1]، خواصی میں نکل[2]
خوش اسلوبیوں سے چلی بائیسکل

سرکتی ہوئی، سرسراتی ہوئی
لچکتی ہوئی، تھرتھراتی ہوئی
کہیں کوندتی، اور لپکتی ہوئی
کہیں ناچتی، اور تھرکتی ہوئی

کہیں سیدھ میں جا کے مڑتی ہوئی
کہیں اوج پر چڑھ کے اُڑتی ہوئی

---

[1] سلور انگریزی لفظ ہے جس کے معنی چاندی کے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ ایک خاص دھات کے لئے استعمال ہوا ہے جسے "جرمن سلور" کہتے ہیں، [2] یہ بھی ایک دھات ہے،

نزاکت سے چڑھتی، اترتی ہوئی
اترنے میں سو گُل کترتی ہوئی

ہجوموں میں چلتی سماتی ہوئی
ہر آفت سے بچتی بچاتی ہوئی

کہیں ملتے ملتے جھجکتی ہوئی
کہیں چلتے چلتے اُچکتی ہوئی

کہیں خاصی گھوڑ دوڑ کرتی ہوئی
کہیں جیت سے جیب بھرتی ہوئی

کہیں ریل کے منہ پہ چڑھتی ہوئی
کہیں میل سے آگے بڑھتی ہوئی

کہیں چستیوں کو بڑھاتی ہوئی
کہیں سُستیوں کو اُڑاتی ہوئی

طبیعت کو تائید دیتی ہوئی
ہر اک عضو سے کام لیتی ہوئی

لہو کو رگوں میں پھراتی ہوئی
پسینے کے موتی لُٹاتی ہوئی

ہوا ٹھنڈی، ٹھنڈی چلاتی ہوئی

طبیعت کے غنچے کھلاتی ہوئی

جھلکتی ہوئی جھلملاتی ہوئی
چمکتی ہوئی جگمگاتی ہوئی

ترارے کسی بن میں بھرتی ہوئی
اُچھلتی ہوئی جست کرتی ہوئی

کہیں چشم کی طرح پھرتی ہوئی
کہیں برق کی طرح گرتی ہوئی

کہیں جا کے رُکتی اٹکتی ہوئی
کسی جا چٹکتی مٹکتی ہوئی

زمیں سے چمٹتی لپٹتی ہوئی
ہوا میں اُلٹتی پلٹتی ہوئی

کہیں گرتے گرتے سنبھلتی ہوئی
کہیں رُکتے رُکتے نکلتی ہوئی

جھپٹتی، ڈپٹتی، رپٹتی، ہوئی
گھسٹتی، پھسلتی، اُچٹتی ہوئی

سُلجھ کر کہیں پھر اُلجھتی ہوئی
اُلجھ کر کہیں پھر سُلجھتی ہوئی

بہت ہو چکی برق سے نوک جھوک
بس اب سائیکل اپنی شہباز روک

(شہباز)

سوالات

۱- لہو کو رگوں میں پھراتی ہوئی　　پسینے کے موتی لٹاتی ہوئی
ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چلاتی ہوئی　　طبیعت کے غنچے کھلاتی ہوئی

ان اشعار کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۲- اس نظم میں سائیکل کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان کو اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۳- مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:-
جلو میں، تھرکنا، گُل کترنا، ترارے بھرنا، طبیعت کے غنچے کھلانا،

موجوداتِ عالم کی تقسیم

۱- دنیا ایک بڑا عجائب خانہ ہے۔ عجیب و غریب چیزیں تو یہاں بہت دیکھنے میں آتی ہیں۔ مگر چونکہ روز مرّہ نظر سے گذرتی رہتی ہیں، عجیب نہیں معلوم ہوتیں، ہاں غور سے دیکھو، تو درخت کے ہر پتّے میں قدرتِ پروردگار کے دفتر کے دفتر مخفی ہیں۔

۲- ایک بات اور غور کے لائق ہے۔ ہزاروں چیزیں روز مرّہ تمھاری نظر سے گذرتی رہتی ہیں۔ ان میں بہت سی ایسی ہوتی ہیں، کہ آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ یعنی جو باتیں ایک میں پائی جاتی ہیں۔ وہی اوروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ ایک قسم کی چیزیں کہلاتی ہیں۔ اسی طرح اور چیزوں کو لو۔ اگر اُن میں کچھ باتیں ملتی ہوئی ہوں گی، تو یہ دوسری قسم کی چیزیں کہلائیں گی۔ اسی پر اَوروں کو بھی قیاس کرلو۔

۳- مثلاً دیکھو۔ آدمی۔ گائے۔ بلّی۔ کبوتر۔ چڑیا۔ مچھلی۔ چھپکلی۔ مکڑی مکھی وغیرہ میں بہت سی باتیں ملتی ہیں۔ خود بخود چل پھر سکتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، آرام پاکر خوش ہوتے ہیں، تکلیف

اُٹھا کر ملول ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اِن باتوں سے تمھاری سمجھ میں آجائے گا۔ کہ یہ سب ایک قسم میں داخل ہیں۔ ان کو "حیوانات" کہتے ہیں۔

۴۔ اسی طرح گھاس۔ پھوس۔ پودوں اور درختوں کو لو۔ اِن میں بھی بہت سی باتیں ملتی ہوئی پاؤ گے۔ مثلاً جڑ، پتّے۔ پھل، پھول وغیرہ۔ یہ دوسری قسم کی چیزیں ہیں۔ انھیں "نباتات" کہتے ہیں۔

۵۔ اب اور چیزیں لو۔ ہوا۔ مٹّی۔ پانی، چاندی، سونا، وغیرہ ان میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں، کہ نہ حیوانات میں ہیں، نہ نباتات میں اس لئے اِن کی قسم جُدا ہے۔ ان کو "جمادات" کہتے ہیں۔

۶۔ دنیا کی تمام چیزوں کی یہی تین قسمیں ہیں۔ اور اِن کو عالم کہتے ہیں اوّل عالمِ حیوانات جس میں کُل آدمی اور جانور شامل ہیں۔ دوسرے عالمِ نباتات جس میں کُل درخت پودے اور گھاس پھوس شامل ہیں، تیسرے عالمِ جمادات جس میں مٹّی، پانی، ہوا، سونا۔ چاندی وغیرہ کُل چیزیں ہیں۔ غرض تمام دنیا انھیں تینوں میں سے کسی نہ کسی عالم سے تعلق رکھتی ہیں۔

۷۔ حیوانات اور نباتات میں فرق تو بہت ہے۔ مگر بعض

باتوں میں ایک دوسرے سے ملتے جُلتے بھی ہیں۔ مثلاً جانوروں کے اعضا ہوتے ہیں، اور مختلف کام دیتے ہیں۔ آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کانوں سے سُنتے ہیں۔ ٹانگوں سے چلتے ہیں، اسی طرح درختوں کے حصّے ہوتے ہیں۔ جڑ کے ذریعہ سے زمین سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ پھل، پتّے، اور باقی کل حصّے بھی خاص خاص کام دیتے ہیں۔

۸۔ حیوانات، اور نباتات کے لئے غذا بھی ضرور ہے، آدمی اور جانور کے لئے خوراک کی ضرورت ہے پودے اپنی غذا زمین سے حاصل کرتے ہیں، خوراک تحلیل ہوکر جزوِ بدن بن جاتی ہے اور اس سے حیوانات نشو و نما پاتے ہیں، یہی درختوں کا حال ہے، دیکھو بیج کیسا ننھا سا ہوتا ہے۔ اور زمین سے غذا لے لے کر کتنا بڑا درخت بن جاتا ہے۔ حیوانات کو خوراک نہ ملے، تو مر جائیں اور درختوں کو غذا نہ پہنچے، تو مرجھا جائیں، حیوانات اور نباتات کے لئے تازہ ہوا بھی ضروری ہے۔ کسی جانور یا کسی پودے کو صندوق میں بند کر دیں تو جانور تو دم گھُٹ کر مر جائے گا، اور پودا مُرجھا جائے گا۔

۹۔ اب یہ دیکھو کہ حیوانات اور نباتات میں فرق کیا ہے۔

کبھی ایسا ہو سکتا ہے، کہ تم گھوڑے یا کتے کو درخت سمجھ لو۔ اور نارنگی کے درخت کو جانور کہنے لگو، ہرگز نہیں۔ حیوانات چل پھر سکتے ہیں اور درخت وغیرہ خود بخود حرکت نہیں کر سکتے، بالعموم حیوانات دیکھ سکتے ہیں۔ سن سکتے ہیں۔ آرام و تکلیف محسوس کر سکتے ہیں۔ مگر درختوں میں یہ بات نہیں۔ درخت اپنی غذا جمادات یعنی زمین سے حاصل کرتے ہیں۔ حیوانات گوشت اور نباتات کھاتے ہیں۔ اس سے تمھاری سمجھ میں آگیا ہوگا، کہ حیوانات میں بعض باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو نہ جمادات میں پائی جاتی ہیں۔ نہ نباتات میں۔

۱۰۔ مگر بعض چھوٹے چھوٹے حیوانات ایسے بھی ہوتے ہیں جو چل پھر نہیں سکتے۔ اور بہتیری باتوں میں نباتات سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ اسی طرح بعض پودے بھی ایسے ہوتے ہیں کہ بالکل چھوٹے چھوٹے جانور معلوم ہوا کرتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے۔ نہ اُن کو حیوانات کہہ سکتے ہیں، نہ نباتات۔ اب جمادات کو لو۔ ہوا۔ مٹی۔ پانی وغیرہ کے اعضا نہیں ہوتے نہ حیوانات کی طرح اُن کے منہ، آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں ہوتے ہیں۔ نہ نباتات کی طرح پھل، پھول، جڑ،

پتّے وغیرہ۔ نہ حیوانات کی طرح کھاتے پیتے ہیں، نہ نباتات کی طرح زمین سے غذا حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ باتیں صرف ہوا، مٹّی، پانی ہی میں نہیں دیکھی جاتیں۔ بلکہ عالمِ جمادات کی ہر شے میں پائی جاتی ہیں۔

(از نیرنگ فطرت)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ دنیا کی تمام چیزیں کس بنا پر تین قسموں میں منقسم کی گئی ہیں، تینوں قسموں کی توضیح کرو، کیا یہ تقسیم بالکل مکمل ہے؟

۲۔ بتاؤ کہ حیوانات اور نباتات میں کیا کیا باتیں مشترک ہیں، کیا ان دونوں کی حدیں کہیں مل بھی جاتی ہیں؟

۳۔ بتاؤ کہ حیوانات میں کونسی باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو نہ نباتات میں ہیں اور نہ جمادات میں؟

۴۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

روزمرّہ، بالعموم، قدرت، نظر سے گزرنا، اعضا، نشو و نما پانا،

کسان

کبھی مینہ برستے میں کچھ بو رہا ہے
کبھی دھوپ میں کھیت پر سو رہا ہے
کبھی دیکھ کر کھیت خوش ہو رہا ہے
کبھی کال کے خوف سے رو رہا ہے

غرض ہر گھڑی فکر رہتی ہے اس کی
کہ اس سال کی فصل اٹھتی ہے کیسی

مہاجن کے قرضے کا ہے بوجھ سر پر
پٹیل اور مقدم ستاتے ہیں اکثر
ہوا کرتے ہیں ظلم اُس پر سراسر
کہ ہو جاتا ہے جن سے جینا بھی دو بھر

مگر کھیت ہے زندگی کا سہارا
بھلاتا ہے جو اُس کا دُکھ درد سارا

اُسے اپنی کھیتی سے ہے وہ محبت
کہ بچے سے ماں جیسی رکھتی ہے چاہت
اسی شغل میں اُس کو ملتی ہے راحت
یہی دین اُس کا یہی اُس کی دولت

تمام اپنی طاقت اسی میں کھپائی
یہی عمر بھر کی ہے اُس کی کمائی

پسینہ بہا کر زمیں توڑتا ہے
اُسے صاف کرتا ڈلے پھوڑتا ہے
جو سوکھا پڑے تو کنواں جوڑتا ہے
کسی کام سے منہ نہیں موڑتا ہے

وہ دن رات ہے کھیت میں اپنے حاضر

وہ جیتا ہے گویا کہ کھیتی کی خاطر

مویشی سے ہے روح تک شاد اُس کی — کہ کھیتی میں کرتے ہیں امداد اُس کی
پلی ہے جو نازوں سے اولاد اُس کی — یہ رکھے گی کھیتی کو آباد اُس کی
نہ ہوگا وہ دنیا میں، پر کھیت اُس کا
ہزاروں برس لہلہاتا رہے گا

اگرچہ بہت اُس کی حالت ہے ابتر — نہ جُڑتا ہے کپڑا نہ کھانا میسّر
وطن میں وہ ہے سب سے بے زور و بے زر — مگر اُس کا احسان ہے ملک بھر پر
اُسی کے پسینے کی ہے یہ کمائی!
کہ پیٹ اپنا بھرتی ہے ساری خدائی

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ کسان کے ہم پر کیا احسانات ہیں،

۲۔ مہاجن کے قرضے کا ہے بوجھ سر پر — پٹیل اور مقدم ستاتے ہیں اکثر
ہوا کرتے ہیں ظلم اس پر سراسر — کہ ہو جاتا ہے جن سے جینا بھی دوبھر
مگر کھیت ہے زندگی کا سہارا
بھلاتا ہے جو اس کا دُکھ درد سارا

اس بند کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرو اور بتاؤ کہ ہمارے ملک میں کسان کو کس

قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۱۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

کال، مقدم، جینا دوبھر ہونا، زمین توڑنا، کنواں جوڑنا،

بیرم خاں

۱۔ بیرم خاں ایک تُرک تاتاری تھا۔ جب ہمایوں نے قنوج کے معرکہ میں شکست کھائی ہے تو بیرم سنبھل کی طرف بھاگا اور راجہ مترسین زمیندار کے پاس پناہ لی۔ شیرشاہ نے جبراً بلوایا۔ بہت خاطر داری کی اور اپنی رفاقت پر مائل کیا، گو ظاہرا وہ شیرشاہ کا مطیع ہوگیا۔ مگر اپنے مصیبت زدہ آقا کی یاد میں اُس کا دل بیقرار تھا۔

۲۔ بُرہان پور کے ڈیروں سے بیرم خاں اور ابوالقاسم حاکم گوالیار دونو اکیلا کرکے بھاگ نکلے۔ اثنائے راہ میں شیرشاہ کے سفیر نے گرفتار کرلیا۔ ابوالقاسم شکل و صورت کا اچھا تھا۔ دشمن سمجھے کہ بیرم خاں یہی ہے۔ مگر بیرم نے ازراہ ہمدردی خود کہہ دیا کہ بیرم میں ہوں۔

۳۔ ابوالقاسم کی مروّت نے تقاضا نہ کیا کہ خود بچے اور رفیق کو گرفتار ہو جانے دے۔ بولا۔ "یہ میرا خدمتگار ہے۔ مگر بڑا وفادار ہے۔ میرے بدلے جاں نثاری کو تیار ہے۔ اس کو کہنے دو۔ بیرم میں ہی ہوں۔" الغرض ابوالقاسم تو مارا گیا اور بیرم وہاں سے چھوٹ کر گجرات پہنچا۔ سلطان محمود گجراتی نے ہرچند ٹھہرایا۔ مگر وہ نہ ٹھہرا۔ سیدھا ہمایوں کی طرف چلا۔

۴۔ جس وقت یہ پہنچا ہے، تو ہمایوں کا ٹوٹا پھوٹا لشکر لڑائی میں مصروف تھا۔ بیرم چپ چاپ اُن میں جا ملا۔ اور آگے بڑھ کر دشمنوں سے خوب لڑا۔ لوگوں کو حیرت تھی۔ یہ کون ہے۔ جب معلوم ہوا کہ بیرم ہے، تو سارے لشکر میں ایک شور مچ گیا۔ اور ہمایوں کو اُس کے آجانے سے بڑی مسرّت ہوئی۔

۵۔ آخرالامر ہمایوں کے ساتھ ساتھ ایران پہنچا۔ شاہ ایران نے اُس کو "خانی" کا خطاب دیا۔ بیرم نرا جنگجو سپاہی نہ تھا۔ بلکہ اچھا شاعر اور انتظام مملکت سے خوب ماہر تھا۔ اُسی کی دانشمندی اور جوانمردی سے ہمایوں کو ہند کی سلطنت دوبارہ نصیب ہوئی۔

۶۔ جب اکبر تخت نشین ہوا، تو بیرم خاں کو (خان بابا) کا



بیرم خاں

خطاب دیا۔ مگر اُس کی سخت گیری. تند مزاجی اور نخوت سے سب درباری تنگ آ گئے تھے۔ اُنھوں نے اکبر کو سمجھا بجھا کر اُس کے اختیارات چھنوا دیئے۔ پھر تو اُسنے علانیہ بغاوت کی مگر زک پائی۔ اور عفو تقصیر کے بعد حج کے ارادے سے روانہ ہوا۔ گجرات میں پہنچکر ایک دشمن کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(محمد اسمٰعیل)

سوالات

۱۔ بیرم خاں کی زندگی کے حالات اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۲۔ بتاؤ کہ ابوالقاسم نے بیرم خاں کے ساتھ کیونکر حق رفاقت ادا کیا،

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور اُنھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

پناہ لینا، جبراً، ایکا کرکے، اثنائے راہ میں، آخرالامر، نرا، زک پانا،

الّو اور حضرت سلیمان کا مکالمہ

الّو سے سلیمان نے اِک روز یہ پوچھا   "کھیتوں میں تو کس وجہ سے دانا نہیں کھاتا"
الّو نے کہا "ڈرتا ہوں اے حضرت والا   جنّت سے اسی دانے نے آدم کو نکالا"
پوچھا کہ "تو ویرانے میں کیوں رہتا ہے دن رات   آباد مقاموں کی بُری لگتی ہے کیا بات"
کہنے لگا "یکساں ہیں یہ دنیا کے مواطن   معمور بھی ہو جائیں گے ویرانے کسی دن"
پوچھا کہ "تو ویرانے میں کیا کہتا ہے اکثر   جو کچھ ترا مفہوم ہے وہ ہم سے بیاں کر"
بولا "مری تقریر میں یہ راز نہاں ہیں   جو رہتے تھے اِن محلوں میں وہ آج کہاں ہیں"
پوچھا کہ "تو آبادیوں میں کیوں نہیں آتا   بولا "ستم انسان کا دیکھا نہیں جاتا"
پوچھا "ہمیں سمجھا دے ذرا اس کو وہ کیا ہے   جو کچھ کہ نشیمن میں ترے تیری صدا ہے"
بولا کہ "نشیمن میں یہ ہے میرا ترنم   چلنا ہے تمھیں غافلو ہشیار رہو تم"
لو زادِ سفر ساتھ میں تو تا حدِ مقدور   بے فکر نہ ہو منزلِ مقصد ہے بہت دور"

(عبدالباری آسی)

سوالات

۱۔ الّو نے کہا "ڈرتا ہوں اے حضرت والا   جنّت سے اسی دانے نے آدم کو نکالا"
اس شعر میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کو اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۲۔ اس نظم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان کو اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

معمورہ، مفہوم، نشیمن، ترنّم، زادِ سفر، تاحدِ مقدور،

تجارت

۱۔ آمدنی کے ذریعوں میں ظاہرا دو ذریعے ایسے معلوم ہوتے ہیں جو تمام ذرائع کو حاوی ہیں۔ ایک زراعت اور دوسرا تجارت۔ مگر ان دونوں ذریعوں میں زراعت تو ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس میں انسان ایک خاص قسم کی ترقی کر سکتا ہے اور وہ بھی ایک حدِ معینہ تک۔ مگر تجارت ایک ایسا عام ترقی کا ذریعہ ہے، کہ اس کے سبب سے انسان کو اصناف و انواع و اقسام کی ترقی حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اور اس کے واسطے کوئی ایسی حد نہیں نکلتی۔ جس کے آگے ترقی ناممکن ہو بلکہ جہاں تک انسان کی عقل کو رسائی ممکن ہے، وہاں تک اس کی بھی ترقی ممکن ہے۔ اور وہی ایک ایسی چیز ہے جس میں انسان اپنے ہر طرح کے کمالات اور خوبیاں ظاہر کر سکتا ہے اور وہی تمام صنّاعیوں دستکاریوں اور ہنرمندیوں کی جڑ ہے۔

۲۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں لوگوں کی طبیعتیں اس طرف راغب نہیں ہوئیں۔ بلکہ اُنھوں نے اپنے حاکم قوم یوروپین کی ہمت پر اس قدر اعتماد کر رکھا ہے۔ کہ سب کام اپنی بہتری کے اس کے قبضے میں دے رکھے ہیں حالانکہ ہمارے بھائی ہندوستانیوں کا یہ ایک ایسا غلط خیال ہے جو یقیناً ملکی ترقی اور قومی اعزاز کو خراب کرنے والا ہے۔

۳۔ فرض کرو۔ کہ یہی تاجر قوم ہمارے ملک کے ساتھ ایک تاجرانہ تعلق رکھتی ہوتی۔ اور جو تعلق اُس کو ہمارے ساتھ حاکمانہ ہے وہ نہ ہوتا۔ اور جو خیر خواہی اُس کے دل میں صرف اِس وجہ سے ہے کہ ہندوستان اس کا ملک ہے۔ اور ہندوستان کے باشندے اِس کی رعایا ہیں وہ نہ ہوتی، تو ہندوستانیوں کی یہ حالت ہندوستان کو کیسی مضرّت پہنچاتی۔ اور جو رونق ہندوستان میں اِس وقت صرف گورنمنٹ کی توجہ کی بدولت ہے، وہ بالکل نیست ونابود ہوتی۔

۴۔ ہر ملک کو ایک بوستانِ پُر بہار کی مانند فرض کیجئے اور اس کے باشندوں کو خوش نما پودوں کی مثال تصوّر کر لیجئے پس اگر کسی باغ میں خوش نما پودوں کی جگہ سوکھے درخت ہوں، یا

اگر ہرے ہوں، تو اُن میں کسی قسم کا پھل یا پھول نہ ہو۔ تو کیا ایسا باغ کچھ مفید ہوگا؟ یا اس کی کچھ قدر و منزلت ہوگی؟ اسی طرح اگر کسی ملک کے باشندے علم و ہنر یا صنّاعی اور دستکاری سے آراستہ نہ ہوں بلکہ درخت بے ثمر کے مثل ایسے کمالات سے عاری ہوں تو کیا اُس ملک کی کچھ قدر و منزلت ہوگی؟ یا اُس سے کسی قسم کے نفع کی اُمید ہوسکے گی؟ ہرگز نہ ہوسکے گی!

۵۔ پس ہمارے ہم وطنوں کو چاہیئے، کہ وہ اپنے آپ کو ہر طرح سے آراستہ کریں اور دنیوی کمالات سے محروم نہ رکھیں جن کی مثال ایک بے ثمر درخت کے ساتھ دی جائے۔ اور کمالات دنیوی کے واسطے یقیناً سب سے بڑا ذریعہ تجارت ہے۔ جو انسان کے دل کو ہر قسم کے کسب و کمال کی جانب راغب اور مُلکی رونق کو دوچند کردیتا ہے۔ سیر و سیاحت کی عادت اور آباد ملکوں کی سیر۔ اور عجائبات روزگار کے ملاحظے کی نوبت۔ بلاشبہ اس تجارت ہی کی بدولت پہنچتی ہے۔ اور انسان کے دل میں عالی حوصلگی کا جوش جس پر تمام ترقیوں کا مدار ہے۔ بلاشبہ اس تجارت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سب سے آخری فائدہ جو اِس بے نظیر پیشے کی بدولت انسان کو حاصل ہوتا ہے، وہ تجربہ کاری ہے۔

جس کے بغیر انسان اپنے کسی کام کو استحکام اور مضبوطی کے ساتھ نہیں کر سکتا۔

(سر سید احمد)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ مصنّف کے نزدیک زراعت اور تجارت میں کیا فرق ہے اور زراعت کو مصنّف نے کیوں محدود قرار دیا ہے،

۲۔ مصنّف نے تجارت کے جو فوائد بیان کئے ہیں اُن کو اپنے الفاظ میں لکھو،

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور اُنھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

حدِ معینہ، ہنر مندی، تاجرانہ تعلّق، رعایا، نیست و نابود ہونا، سیر و سیاحت،

چنبیلی

تارے سے ہیں چمکتے ہوئے یاسمن کے پھول
حیراں ہیں جن کو دیکھ کے سارے چمن کے پھول

ہیں پھول گر سفید تو ہیں سبز پتّیاں
ان سبز پتّیوں سے نزاکت بھی ہے عیاں

ہیں لمبی لمبی ڈالیاں چھائی زمیں پہ

چھتری سی ہے جنھوں نے بچھائی زمین پر
خوشبو عجیب مست ہے پھولوں کے درمیاں
مستی سے جس کے جھومنے لگتے ہیں نوجواں

سیجیں امیر اپنی سجاتے انھیں سے ہیں
دولھا دلہن کے ہار بناتے انھیں سے ہیں
کلیاں اگر چنی ہوں تو گجرے بناتے ہیں
ہاتھوں میں جنکے یہ ہوں وہ اترائے جاتے ہیں
کیا یاسمن کے پھول خدا نے بنائے ہیں
گویا کہ تحفتاً یہ بہشتوں سے آئے ہیں

(وحید الدین سلیم پانی پتی)

سوالات

۱- چنبیلی کے پھولوں کی بابت اس نظم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان کو اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۲- ہیں لمبی لمبی ڈالیاں چھائی زمین پر   چھتری سی ہے جنھوں نے بچھائی زمین پر
اس شعر کی نثر بناؤ،

۳- مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:-
سیج، ہار، اترانا، تحفتاً، بہشت،

لمپ

۱۔ اب ہر ملک میں چراغ اور شمع کے بدلے لمپ کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ انسان تاریکی دور کرنے کا کوئی ذریعہ نہ جانتا تھا۔ رات کے اندھیرے میں سب کام آسانی سے پورے کرلئے جاتے تھے۔ ہندوستان کی نسبت سُنا ہے کہ جب کسی رشی کو رات کے وقت کوئی تحریر پڑھنی ہوتی تو جنگل کی گھاس وغیرہ جلا کر پڑھتا تھا، یہی حال عرب کا تھا وہاں بھی چراغ کا دستور نہ تھا وہ لوگ بھی خاص ضرورت کے وقت لکڑیاں روشن کرکے کام نکال لیتے تھے

۲۔ اس کے بعد انسان تمدن میں آگے بڑھا۔ اور مٹی کا چراغ بنایا۔ سینکڑوں برس خاکی چراغ نے خاکی انسان کے گھر کو روشن رکھا۔ اور اس کی روشنی میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئیں۔ جب نفاست بڑھی تو مومی اور کافوری شمع بنائی گئی اور اس کے لئے مختلف وضع کے فانوس تیار ہوئے تاکہ ہوا اور پروانوں کی آفت سے محفوظ رہے۔

۳۔ فانوس عموماً شمعوں کے لئے بنائے جاتے تھے۔ چراغ

کے واسطے بہت کم چیزیں تھیں جو بیچارے کو ہوا کے جھونکوں سے بچا سکتیں۔ ترقی کے زمانے میں مٹی کے بدلے تانبے اور پیتل کے چراغ بنائے گئے مندروں مسجدوں اور خانقاہوں میں اِن برنجی چراغوں کا بہت رواج ہوگیا۔ چنانچہ آجتک باوجود اعلیٰ ترقی کے مذہبی مقامات میں یہی پیتل اور تانبے کے چراغ پائے جاتے ہیں۔ یورپ نے جس کو نئی روشنی کا اُستاد بیان کیا جاتا ہے۔ چراغچی کے فن میں بڑا کمال پیدا کیا ہے۔ اس نے اول ٹین کی ڈبیاں روشن کیں۔ اس کے بعد کانچ کی چمنیاں ڈھالیں اور لمپ تیار کئے۔ کانچ کی چمنیاں ایک طرح کے فانوس ہیں، جو روشنی کو بیرونی آفتوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

۴۔ انسان ذرا آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھے اُس کو پُرانے زمانے کے دو چراغ چاند اور سورج نظر آئینگے، جو اپنی قدیمی حالت پر جوں کے توں قائم ہیں۔ زمین پر مٹی کے چراغ سے لیکر، برنجی چراغ۔ شمع کافوری، مٹی کے تیل کا لمپ، گیس کا لمپ، یہاں تک کہ بجلی کا لمپ بن گیا۔ مگر آسمان پر وہی پُرانا قاعدہ جاری ہے۔ کیا مجال جو ذرا تغیّر و تبدّل ہو۔

۵۔ مگر زمین کی ترقی نے جو روشنی کے معاملے میں ہوئی۔ بجائے

اس کے کہ انسان کو فائدہ پہنچاتی اُلٹا نقصان پہنچایا۔ آج کل آدمی اِس نئی روشنی کی بدولت طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہے، اوّل تو خرچ کی زیادتی۔ پہلے تھوڑے خرچ میں بہت سا کام نکلجاتا تھا۔ اب کروڑوں روپیہ نمائشی اور فضول روشنی میں برباد ہوتا ہے غریب ہندوستان بھی امیر یورپ کی دیکھا دیکھی اِن فضولیات میں مبتلا ہوگیا۔ اور اپنی محنت کی کمائی یورپ کے لیمپوں کی نذر میں مفت گنوا رہا ہے۔

۶۔ مسلمانوں کے مشہور پیشوا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت مشہور ہے۔ کہ جب وہ رات کے وقت ملک کا کام کرتے کرتے اپنے کسی کام کو باہر جاتے تو چراغ گل کردیا کرتے تھے اور فرماتے کہ میں نہیں چاہتا کہ قوم اور ملک کا تھوڑا سا تیل بھی بیکار جائے۔ اسواسطے چراغ گُل کردیتا ہوں کہ فضول روشن نہ رہے۔ بخلاف اس کے آج کل پبلک کے روپیہ کی جیسی قدر کی جاتی ہے ظاہر ہے میونسپل کمیٹیوں کی طرف سے شہروں میں روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ مگر اس میں ذرا سی بھی ہمدردی روا نہیں رکھی جاتی،

۷۔ لمپ ایک ڈبیہ کا نام ہے۔ خواہ لوہے کی ہو یا کانچ کی، اس میں تیل بھر دیتے ہیں اور چھینکے میں اٹکا دیتے ہیں۔ پھر اس پر کانچ

کی چمنی لگا دی جاتی ہے۔ یہ روشنی کا حجاب ہے۔ اس کے اندر بی بتی نئی روشنی کا تاج سر پر رکھ کر ملکِ ظلمات فتح کرکے حکومت کرتی ہیں۔ پروانے بیچارے اس روشن تاج کے دیوانے ہیں دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں اور کانچ کے سفید پردے سے ٹکرا کے گر پڑتے ہیں۔

۸۔ پچھلے زمانہ میں شمع کے رُخ پر حجاب لٹکایا جاتا تھا۔ وہ دور سے اور نزدیک سے پردہ ہی معلوم ہوتا تھا۔ مگر آج کل چونکہ دنیا ہی دھوکے کی ہے۔ یہ پردہ بھی دھوکے کی ٹٹی ثابت ہوتا ہے۔ ننھے سے پرندے کو روشنی بے حجاب نظر آتی ہے لیکن جب قریب جاتا ہے، تو غریب مایوس ہوکر گر پڑتا ہے۔ اور منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

(حسن نظامی دہلوی)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ پہلے زمانے میں شب کی تاریکی دُور کرنے کے ذرائع کیا تھے؟

۲۔ بتاؤ کہ روشنی حاصل کرنے کے جو ذرائع آجکل اختیار کئے جاتے ہیں ان کے فوائد اور نقصانات کیا ہیں؟

۳۔ "پھر اُس پر کانچ کی چمنی لگا دی جاتی ہے، یہ روشنی کا حجاب ہے، اِس کے اندر

بی بتّی نئی روشنی کا تاج سر پر رکھ کر ملکِ ظلمات فتح کر کے حکومت کرتی ہیں"۔

اس فقرے کی تشریح کرو اور بتاؤ کہ "نئی روشنی" سے مصنف نے کیا مراد لی ہے؟

۴۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:-

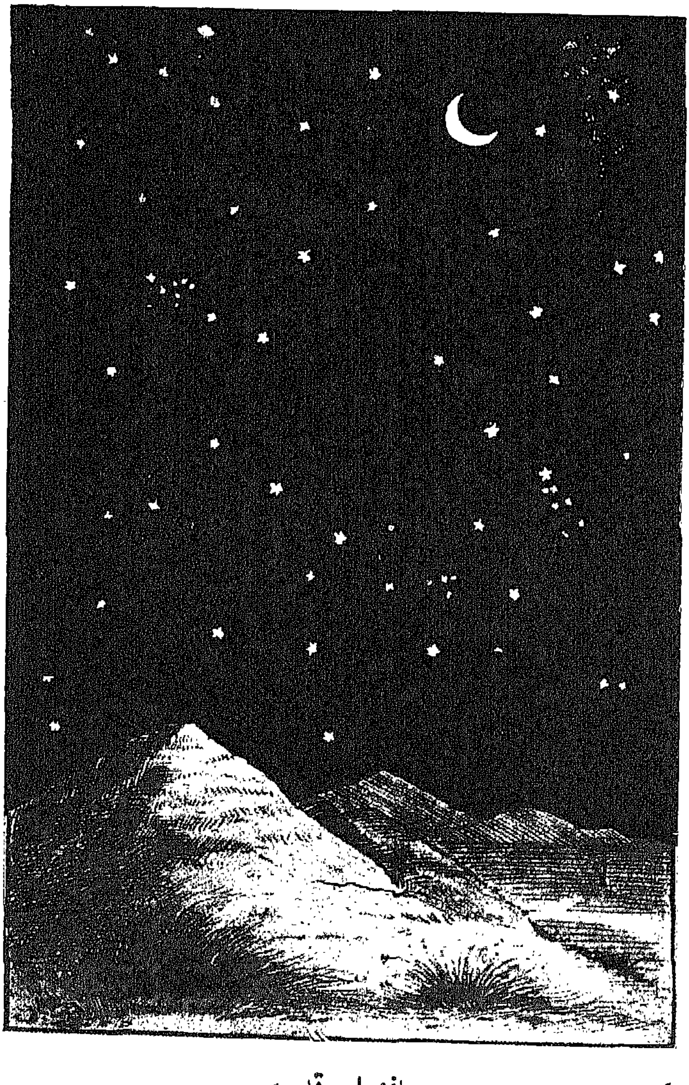
روشنی، تمدّن، جوں کے توں، دیکھا دیکھی، عذاب میں مبتلا ہونا، نمائشی،

چاند اور تارے

ڈرتے ڈرتے دمِ سحر سے — تارے کہنے لگے قمر سے
نظارے رہے وہی فلک پر — ہم تھک بھی گئے چمک چمک کر
کام اپنا ہے صبح و شام چلنا — چلنا، چلنا، مدام چلنا
بیتاب ہے اس جہاں کی ہر شے — کہتے ہیں جسے سکوں نہیں ہے
رہتے ہیں ستم کشِ سفر سب — تارے، انساں، شجر، حجر سب

ہوگا کبھی ختم یہ سفر کیا
منزل کبھی آئے گی نظر کیا"

کہنے لگا چاند ہم نشینو — اے مزرعِ شب کے خوشہ چینو
جنبش سے ہے زندگی جہاں کی — یہ رسم قدیم ہے یہاں کی
ہے دوڑتا اشہبِ زمانہ — کھا کھا کے طلب کا تازیانہ



چاند اور تارے

اس رہ میں مقام بے محل ہے — پوشیدہ قرار میں اجل ہے
چلنے والے نکل گئے ہیں — جو ٹھیرے ذرا، کچل گئے ہیں

(اقبال)

سوالات

۱۔ اس رہ میں مقام بے محل ہے — پوشیدہ قرار میں اجل ہے
اس شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۲۔ چاند اور تاروں کی گفتگو اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو۔
مدام، ستم کش، منزل، ہم نشیں، اشہب زمانہ، بے محل ہونا،

اسکیمو

۱۔ جس قدر جزیرے اور ملک بحر جنوبی اور شمالی کے کنارے واقع ہیں وہ سب نو مہینے تک برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ اس عرصے میں چھ مہینے تک کسی وقت وہاں آفتاب نہیں نکلتا۔ چاند اور ستاروں کی روشنی اور ایک خاص قسم کی روشنی جسے "(۱) آروراا بوری الیس" کہتے ہیں۔ اندھیری رات کو روشن کرتی ہے۔

(1) "Aurora Burealis"

اُس زمانے میں نباتات کی قسم سے وہاں کوئی چیز نظر نہیں آتی البتہ ایک قسم کی کائی پیدا ہوتی ہے ۔جس کو ہرن اپنے سینگوں سے برف میں سے کھود کھود کر نکالتے ہیں ۔ یہ ان کی غذا کا کام دیتی ہے ۔

۲۔ اِن مقامات میں سردی اس بلا کی پڑتی ہے کہ پارہ بھی جم جاتا ہے ، بدن بے حس و حرکت ہو جاتا ہے ۔ اور ہر چیز سردی کی زیادتی سے پتھر کی طرح سخت ہو جاتی ہے ۔ مگر خدا کی عجب شان ہے ۔ اُن مقامات میں بھی خلق خدا موجود ہے ۔ ان کو اسکیمو کہتے ہیں ۔ یہ لوگ ایشیا اور امریکہ کے اُس حصے میں آباد ہیں ۔ جو بحر شمالی کے قریب ہے ۔ اِس کے علاوہ اُن جزیروں میں بھی یہ لوگ آباد ہیں ، جو اس بحر میں واقع ہیں ۔ یہ یقینی بات ہے کہ امریکہ میں یہی لوگ آباد ہیں ۔

۳۔ اسکیمو نہ تو قد آور ہوتے ہیں ، نہ خوبصورت ۔ ان کے اعضا چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں ۔ چہرہ چوڑا ۔ رُخساروں کی ہڈیاں اونچی ناک چھوٹی اور چپٹی ۔ رنگ بھورا ۔ یہ لوگ بالکل وحشی ہیں ۔ علم و ہنر اور کاشتکاری سے ناواقف ہیں ۔ اگر یہ لوگ کاشتکاری کریں بھی ۔ تو وہ بیکار ہے کیونکہ صرف دو مہینے جب گرمی ہوتی

ہے، تو زمین تر اور نرم دکھائی دیتی ہے۔ اور دس مہینے تک برف سے ڈھکی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کی غذا فقط گوشت پر رکھی ہے۔

۴۔ ان سمندروں میں طرح طرح کی مچھلیاں اور دریائی جانور مثل ویل وغیرہ کے افراط سے ہوتے ہیں۔ لومڑی۔ بھیڑیے اور ریچھ برف کے میدانوں پر ملتے ہیں۔ اِن جانوروں کے شکار کرنے میں یہ لوگ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔ اِن میں کا ادنیٰ شکاری اور ملکوں کے مشاق شکاری سے بدرجہا بہتر ہے۔ انکے پاس نہ تو بندوق ہے۔ نہ بارود صرف نیزے۔ تیر، کمان، مچھلی پکڑنے کے کانٹے ڈگن اور شست سے شکار کرتے ہیں۔

۵۔ یہ سب ہتیار جانوروں کی نوکدار ہڈیوں اور رودوں سے بناتے ہیں، لوہا نہ تو وہاں پیدا ہوتا ہے۔ نہ یہ لوگ اس کا استعمال جانتے ہیں۔ کتے بھی ان کے پاس ہوتے ہیں۔ یہ شکار میں اُن کو بہت مدد دیتے ہیں۔

۶۔ اس بودے اور کمزور سامان سے تیز رفتار رینڈیر (ہرن) خونخوار بھیڑیے۔ ویل مچھلی اور طاقتور دریائی گھوڑے یعنی والرس اور دریائی شیر کو شکار کرتے ہیں۔ کتوں کی مدد سے کبھی

کبھی ریچھ کا بھی شکار کرتے ہیں۔ کتّے چاروں طرف سے ریچھ کو بھونکتے ہیں۔ اور اسے ایک جگہ اس طرح گھیر لیتے ہیں کہ نکلنے نہیں پاتا اور ایک آدمی بڑی تیزی اور ہوشیاری کے ساتھ اپنے نیزے سے اُسے گھائل کرتا ہے۔

۶۔ ویل کا شکار اس طرح کرتے ہیں، کہ جب وہ سانس لینے پانی کی سطح پر اُبھرتی ہے، تو یہ لوگ اس کے نیزے مارتے ہیں۔ وہ پانی کے اندر چلی جاتی ہے۔ یہ لوگ منتظر رہتے ہیں، کہ وہ پھر اُبھرے، اور جب اُبھرتی ہے۔ تو اُسے پھر گھائل کرتے ہیں۔ آخرکار خون کے ضائع ہو جانے سے بیدم ہو کر پانی کے اوپر نکل آتی ہے۔ اور اب شکاری اُسے پکڑ لیتے ہیں۔

(عبداللہ خاں)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ اسکیمو شکار کیونکر کرتے ہیں اور وہ کس قسم کے ہتیار شکار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

۲۔ بتاؤ کہ بحر جنوبی اور بحر شمالی کے جزائر میں جو لوگ آباد ہیں وہ اپنے لئے خوراک کیونکر مہیا کرتے ہیں، کیا ان لوگوں میں علم و ہنر اور کاشتکاری کا رواج ہے؟

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

البتہ، قدآور، افراط سے، شست، گھائل کرنا،

زیب وزینت اور شجاعت

سامانِ نقرئی وطلائی میں غرق تھا
روزِ مصاف لشکرِ دارا کا ہر سوار
چھکّے چھُٹے تھے فوجِ سکندر کے خوف سے
ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر تھا بیقرار
دیکھا یہ حال جب تو سکندر نے یہ کہا
"اے حملہ آوران و دلیرانِ نامدار
جس فوج میں یہ ناز یہ نعمت یہ عیش ہو
تم ایسی فوج کو نہ کہو فوجِ زینہار
دُنیا کے خُردہ بینوں نے دنیا میں آج تک
دیکھا نہیں ہے عیش و شجاعت کو ہمکنار
ہے فتح کی نوید یہ دشمن کی آب و تاب
ہمّت کرو بڑھو نہ کرو خوف زینہار"
(عبدالباری آسی)

سوالات

۱- بتاؤ کہ سکندر نے اپنے سپاہیوں کو زیب و زینت اور شجاعت کے متعلق کیا بتایا؟

۲- دنیا کے خردہ بینوں نے دنیا میں آج تک   دیکھا نہیں ہے عیش و شجاعت کو زینہار

اس شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۳- مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:-

روزِ مصاف، چھکے چھٹنا، اپنی اپنی جگہ پر، ہمکنار، نوید،

بچپن جوانی بڑھاپا

۱- بچپن - اللہ اللہ بچپن کا زمانہ بھی کیا ہی بادشاہی وقت ہوتا ہے کہ اس میں نہ روٹی کا غم نہ کمانے کی فکر، نہ گھر بار کا الجھیڑا نہ بال بچوں کا بکھیڑا - جب بھوک لگی رو دیئے- پیٹ بھرا ہنس پڑے - اگر ہم ذرا دوڑتے تو ماں کو یہ خیال ہوتا کہ کہیں بچہ گر نہ پڑے، اس کے چوٹ نہ آجائے مگر ہمیں اس کی کچھ بھی پروا نہ تھی - آگ پر ہم ہاتھ ڈال دیتے سانپ کو ہم پکڑ لیتے - اور اس سے کھیلنے کھڑے ہو جاتے اوپر خدا نیچے ماں باپ ہمارے محافظ تھے - گویا ہمارے

حصّے کا فکر[1] بھی ہمارے ماں باپ کو بلا تھا۔ حاکم کے روبرو ہم گیے قصور ٹھہرتے تھے۔ خدا کے نزدیک ہم معصوم خیال کئے جاتے تھے۔ ظالم بھی دیکھتا تو ہم سے ہنس کر بولتا غرض ہر شخص ہمیں گود میں اٹھا لیتا۔

۲۔ جب ذرا بڑے لڑکوں میں شمار ہوئے تو کھیلنے کودنے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ بے فکری سے ماں باپ کی روٹیاں توڑنا، آٹھوں پہر ہنسنا کھیلنا۔ کسی سے دھول کسی سے دھپا موئے کا غم نہ جیتے کی خوشی۔ رونے کے موقع پر ہنسنا ہنسنے کے موقع پر رونا۔ ہر بات کی امنگ، ہر بات کی چاہ ہمارا شیوہ تھا اب وہی ہم ہیں، کہ طرح طرح کے صدمے اٹھا رہے ہیں۔ حاکم کا ہمیں خوف ہے خدا کے گھر کا ہمیں ڈر۔ کاش ہم اسی عمر کے رہتے تو کیا اچھا ہوتا۔

۳۔ جوانی۔ کا عالم بھی عجب عالم ہے۔ اس میں پانی دودھ ہو کر لگتا ہے اور سوکھی روٹی گھی کا کام دیتی ہے۔ جوانی کی نیند عجب نیند ہے، سر پر کیسے ہی آرے چلیں مگر خبر تک نہیں ہوتی۔ اس نیند کا متوالا ہر وقت سرشار بنا رہتا ہے۔ بات

---

[1] فکر دہلی میں مذکر ہے لیکن لکھنؤ میں مونث ہے۔

بھی کرتا ہے تو اِس کڑاکے سے کہ دل ہل جائے قدم بھی رکھتا ہے تو اِس زور سے کہ زمین دہل جائے۔ اِن دنوں میں سارے قویٰ، تمام اعضا زوروں پر ہوتے ہیں۔ رگوں میں خون اس طرح دوڑا دوڑا پھرتا ہے۔ جس طرح بچّے کبڈی کھیلتے ہیں۔

۴۔ دلوں میں طرح طرح کے ولولے اس طرح جوش مارتے ہیں۔ جیسے فوّارہ اُچھلتا ہے۔ جو بات آتی ہے رَو کی طرح آتی ہے۔ اور جو شوق جاتا ہے گدھے کے سینگوں کی طرح چلا جاتا ہے۔ نزلے کا دم بند، زکام کا دم خشک۔ بلغم کا مُنہ فق رہتا ہے ہاضمے کی شکایت نہ چوٹ کی حکایت۔ اندھیرے کا خوف نہ اُجالے کی خوشی۔ شیر کی دہشت نہ تنہائی کی دحشت۔ بھرا بھرا بدن، کام سے تھکنا نہ کسی سے جھجکنا۔ یہ سارا اسی کے طفیل ہے یہ ایسا زمانہ ہے کہ انسان خواہ کیسا ہی سخت کام ہو۔ نہایت آسانی سے کر سکتا ہے۔ اِس لئے اس زمانے کو غنیمت سمجھنا چاہئے

۵۔ ادھیڑپن۔ جب جوانی کا زمانہ رخصت ہوجاتا ہے تو آدمی اپنے دل ہی دل میں خیال کرتا ہے کہ ہائے بچپن کا زمانہ، جسے بادشاہی وقت کہتے ہیں، وہ جاتا رہا۔ لڑکپن ہمارا گزر گیا۔ جوانی

کی لن ترانی ہماری مٹ گئی۔ ہم اب ادھیڑ پن میں پڑے ہیں
شکر ہے کہ گو آدھا سر سفید ہو گیا۔ دانت ہلنے لگے، کمر میں
درد، دل سرد رہنے لگا، مگر آدمیت تو خارج نہیں ہوئی۔ کوئی
ہمیں ستّرا بہتّرا بوڑھا تو نہیں کہتا اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے
سے تو محتاج نہیں ہوئے۔ چل پھر کر دو چار پیسے بھی کما لاتے
ہیں جوان کو دھمکا بھی لیتے ہیں کہ تم نے ابھی دیکھا کیا ہے
ہماری سی مصیبتیں اُٹھاؤ گے تو جانو گے۔

۶۔ بڑھاپا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ انسان اپنی عمر کے تمام مدارج
طے کر چکتا ہے۔ دانت گرنے لگتے ہیں۔ بال گالا ہو جاتے
ہیں۔ چہرے پر جھرّیاں پڑ جاتی ہیں۔ ہڈی سے چمڑا الگ جاتا
ہے، گوشت گھل جاتا ہے۔ گردن ہلنے لگتی ہے۔ کان
جواب دے دیتے ہیں۔ آنکھوں سے لاچار ہو جاتا ہے۔ ہاتھ
کانپنے لگتے ہیں۔ پیٹھ کبڑی ہو جاتی ہے۔ لکڑی کا سہارا تکتا
ہے۔ اُس وقت خیال کرتا ہے کہ ہائے افسوس! اب ہم ستّرے
بہتّرے ہو گئے۔ بوڑھا بُوبک ہمارا نام ہوا۔ لڑکے ہماری
نقلیں اُتارتے ہیں۔ جوان ہم پر ہنستے ہیں۔ کھانا ہمیں ہضم نہیں
ہوتا۔ کمانے کے ہم نہیں عبادت کے ہم نہیں ہاتھ اُٹھائی روٹی

ہم کھاتے ہیں۔ افسوس نہ یاد الٰہی کرسکے نہ دنیا ہی کے کام بنا سکے

تہمتیں چند اپنے ذمّے دھر چلے
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے

مبارک ہیں وہ لوگ جو وقت کی قدر کرتے ہیں بچپن، جوانی، ادھیڑپن اور بڑھاپے میں نیکی کی راہ نہیں چھوڑتے دنیا میں اچھی گزارتے ہیں اور اپنی عاقبت بھی سنوارتے ہیں۔

(سید احمد دہلوی)

سوالات

۱۔ بچپن کی خوشی اور بے فکری کا حال اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۲۔ اس مضمون کی مدد سے بتاؤ کہ انسان کی عمر کا سب سے بہتر حصّہ کونسا ہے بچپن، جوانی، ادھیڑپن یا بڑھاپا،

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔
اللہ اللہ، الجھیڑا، موئے کا غم نہ جیتے کی خوشی، امنگ، کبڈی، لن ترانی، ٹوبک، سہارا تکنا، عاقبت سنوارنا،

تتلی

خوشنما حسن ترا او تتلی　　دلربا تیری ادا او تتلی
جسم چھوٹا سا ہے نازک بازو　　رنگ مثلِ گلِ رعنا دل جُو
صرف صورت تری کیا پیاری ہے　　تیرے اُڑنے کی ادا پیاری ہے
جا کے ہر پھول پہ چالاکی سے　　تو لپٹ جاتی ہے بیباکی سے
پیار کرتی ہے اُسے چوم کے تو　　لیتی ہے اُس سے غذا جھوم کے تو
دی ہے فطرت نے نزاکت تجھ کو　　کہ کسی پھول پہ تو بار نہ ہو
ننھی مُنّی سی ہے تتلی تری جان　　تو خدا جانے ہے بچّی کہ جواں
طرفہ خوش رنگ پروں پر جو ہیں خال　　اُن سے چمکا تری صورت کا جمال
چھوٹے چھوٹے ہیں شرارے روشن　　یا پروں پر ہیں ستارے روشن
صحنِ گلشن میں اِدھر اور اُدھر　　پھول اُڑتے ہوئے آتے ہیں نظر
تیری پرواز مجھے بھائی ہے　　مگر افسوس کہ ہرجائی ہے
گھومتی پھرتی ہے ڈالی ڈالی　　جھومتی پھرتی ہے ڈالی ڈالی
بادِ صرصر کا چلے جب جھونکا　　تب ہے دشوار ٹھہرنا تیرا
لوریاں تجھ کو ہوا نے دی ہیں　　شوخیاں تجھ سے صبا نے کی ہیں
دھوپ آنے سے نہ ہو تو مایوس　　جب لگے پیاس تو رس پھول کا چوس

بھاگ اُڑ بھاگ وہ بچے آئے ان کے ہاتھوں سے نہ پکڑی جائے
بے سمجھ ہیں نہ تجھے چھوڑیں گے تجھ کو پائیں گے تو پر توڑیں گے

ہے یہی خواہ تیرا اے تتلی
مان محوی کا کہا اے تتلی

(محوی لکھنوی)

سوالات

۱۔ تتلی کی بابت جن خیالات کا اظہار اس نظم میں کیا گیا ہے ان کو اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۲۔ چھوٹے چھوٹے ہیں شرارے روشن یا پروں پر ہیں ستارے روشن
صحن گلشن میں اِدھر اور اُدھر پھول اُڑتے ہوئے آتے ہیں نظر

ان اشعار کی نثر بناؤ اور ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

بار ہونا، طرفہ، بھانا، پرواز، ہرجائی، لوریاں دینا،

طہران

۱- طہران ایران کا دارالسلطنت ہے بارہویں صدی میں شہر کی حالت خراب تھی اور یہ ایک معمولی مقام تھا۔ لوگ زمین کے نیچے گھر بنا کر رہتے تھے تاکہ تمازت آفتاب سے محفوظ رہیں اور لیٹروں سے بھی پناہ ملے۔ پندرہویں صدی میں انھوں نے زمین کے اوپر گھر بنانے شروع کئے ۱۶۱۸ء کے یورپین سیاحوں نے طہران کو بڑا شہر بیان کیا ہے، ایک سو برس گزرے آغا محمد خاں نے جو موجودہ شاہی خاندان کا بانی تھا اس شہر کو دارالسلطنت مقرر کیا اسوقت اس کی آبادی پندرہ ہزار کے قریب تھی مگر اب تین لاکھ ہے۔

۲- شہر میں دو مختلف نظّارے دکھائی دیتے ہیں۔ پرانے حصّے میں بازار اور کوچے تنگ و تاریک ہیں انکے فرش خراب اور کوڑے کرکٹ اور غلاظت سے بھرے رہتے ہیں اور وہاں گرمی بہت ہوتی ہے۔ سردی کے دنوں میں اگر بارش ہو جائے تو بڑی دقّت کا سامنا ہوتا ہے، بازاروں میں چلنا مشکل ہو جاتا ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔ شہر کے نئے حصّے میں کھلے بازار

اور فراخ سڑکیں ہیں اور ان کے دونوں جانب سایہ دار درخت لگے ہیں تمام گھر نئی طرز کے ہیں۔ بازاروں اور کوچوں میں گیس اور بجلی کی روشنی ہوتی ہے۔ گلی کوچے خوب صاف اور آراستہ ہیں سب دکانوں میں تجارتی مال بکثرت ہوتا ہے اور یوروپین اسباب کی دکانوں پر خوب رونق رہتی ہے۔

۳۔ عام لوگوں کے آرام و آسایش کے لئے ایک چوک بنا ہوا ہے اس کا فرش پتھر کا ہے اور اس میں جابجا فوّارے لگے ہیں رات کے وقت وہاں بجلی کی روشنی ہوتی ہے اس میں نمایش یا کبھی کبھی فوج کی قواعد بھی ہوتی ہے، چوک کے متصل شاہی عمارات ہیں ان کے چاروں طرف مضبوط دیوار ہے اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر برج بنے ہوئے ہیں محل شاہی کے علاوہ اس احاطے میں کچہریاں، خزانہ، بارودخانہ شاہی کالج وغیرہ بھی ہیں چوک میں جانے کے لئے عالیشان دروازے بنے ہیں جو رات کے وقت بند کردئے جاتے ہیں۔ بڑے دروازے کے اوپر ایران کا شاہی قومی جھنڈا لہراتا ہے۔ جھنڈے کا نشان شیر اور سورج ہے جو سبز کپڑے پر زرد رنگ سے بنا ہوتا ہے۔

۴۔ "شیر و سورج" کے قومی نشان ہونے کی اصلیت کے متعلق

ایران کے لوگوں میں ایک نہایت دلچسپ داستان مشہور ہے پانچ ہزار برس گزرے جب ہرمز کے عہد میں ایران کی سلطنت کو بہت عروج حاصل ہوا تو سورج برج اسد میں تھا اس کو دیکھ کر ایران کا قومی نشان شیر کی تصویر قرار پایا ہزاروں برس تک یہ نشان سکّوں اور قومی جھنڈے پر رہا چھ سو برس گزرے مخزن خاں کو جو اس وقت ایران کا بادشاہ تھا، اپنی بیوی خورشید نامی سے اسقدر محبت تھی کہ اسنے اس کا نام سکّوں پر کندہ کرا کر ہمیشہ کے لئے اس کی یادگار قائم کرنے کا ارادہ کیا لیکن علماء نے عورت کے نام کو سکّے پر کندہ کرنے کی تجویز پر اعتراض کیا اس لئے اُس نے شاہی جھنڈے میں شیر کے اوپر سورج کی تصویر بنوائی۔

۵۔ محل شاہی میں قیمتی جواہرات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے صدیوں کی لوٹ کا مال بھی محل میں جمع ہے شیشے کے صندوق میں موتیوں کے بڑے بڑے ڈھیر اس طرح لگے ہیں جیسے سمندر کے کنارے پر ریت کے ڈھیر۔ ہیرے، لعل، زمرّد اور یاقوت سے مرصع ڈھالیں اور خود بکثرت یہاں موجود ہیں۔ قدیم زمانہ میں یہ ہتھیار لڑائی کے وقت استعمال کئے جاتے تھے۔ اس ذخیرے میں ایک ایسا لعلِ بے بہا ہے کہ اگر اسکو ہرے پتّے میں رکھ دیں تو اس کا رنگ سرخی

مائل ہو جاتا ہے۔

۶۔ اس جگہ بیس انچ قطر کا ایک کرۂ ارض موجود ہے جو سونے کے ڈھانچے پر چکر کھاتا ہے اس میں سطح زمین کو قیمتی جواہرات سے ظاہر کیا ہے اور خشکی و تری کے امتیاز کے لئے مختلف رنگوں کے قیمتی پتھر لگائے ہیں، سمندر کی سطح خالص فیروزے کی بنائی ہے اور جہاں ایران کا ملک ہے وہاں آبدار ہیرے جڑے ہیں مشہور ہیرا جسکو "دریائے روشنی" کہتے ہیں اور جو بہ لحاظ قیمت کوہ نور سے دوسرے درجہ پر ہے لوہے کے دوہرے صندوق میں بند ہے یہ شاذ و نادر ہی نکالا جاتا ہے اور بادشاہ اسے صرف شاہی عیدوں کے موقع پر پہنتا ہے۔ جواہرات کا یہ بیش بہا ذخیرہ الہ دین اور عجیب و غریب چراغ کے قصّے کو یاد دلاتا ہے ان کی چمک دمک کے سامنے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور قوت متخیلہ اس کے بیان سے قاصر ہے۔

۷۔ تختِ شاہی سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے جو پندرہ فٹ لمبا اور دس فٹ چوڑا ہے یہ سنگِ مرمر کے شیروں پر نصب ہے اس پر چڑھنے کے لئے سنگِ مرمر کی سیڑھی بنی ہوئی ہے جس پر میناکاری کا طلائی کام ہے، بڑے کمرے کے وسط میں ایک لمبی چوڑی میز ہے جس پر

سونے کا خول چڑھا ہوا ہے اس کے ارد گرد آرام کرسیوں کی لمبی قطاریں ہیں ان سب پر بھی سونا چڑھا ہوا ہے۔ کمرے کے ایک گوشہ میں دروازے کے سامنے تختِ طاؤس رکھا ہے جس پہ سونا اور قیمتی پتھر بہت کثرت سے لگے ہیں اس کی قیمت کا تخمینہ کم ازکم تیس لاکھ روپیے کیا گیا ہے۔ طہران میں ایک بہت بڑی توپ ہے جس کا نام موتی توپ ہے، کہتے ہیں کہ اسے نادر شاہ دلّی سے لایا تھا۔ اس کے نام کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ دلّی کے شاہی سامان میں رکھی ہوئی تھی تو اس کے منہ کے قریب موتیوں کا ہار لٹکا ہوا تھا۔

(عبداللہ خاں)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ "شیر و سورج" ایران کا قومی نشان کیونکر قرار پایا،

۲۔ بتاؤ شہر طہران کے پرانے اور نئے حصہ میں کیا فرق ہے،

۳۔ طہران کے شاہی محل کے جواہرات کا حال اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

تمازت، یادگار قائم کرنا، ڈھال، خود، بے بہا، شاذ و نادر،

جاہل ماں

عروسی کی محمدؐ میرزا نے — دیا اِک چاند سا بیٹا خدا نے
محمد میرزا ہیں صاحبِ جاہ — بڑھایا تھا جنھیں بختِ رسا نے
بڑا معروف تھا اُن کا گھرانا — بہت کم ہوتے ہیں ایسے گھرانے
امارت اُن کی تھی مشہورِ عالم — تجارت کے کئی تھے کارخانے
سب اچھا تھا مگر بیوی تھی جاہل — وہ کیا جانے کسی کے گھر بنانے
ہوئی فرزند ہونے کی وہ شادی — بجے گھر میں کئی دن شادیانے
اُدھر اُٹھا مبارک باد کا غُل — اِدھر مطرب لگے گانے بجانے
جگر ٹھنڈا ہوا محفل ہوئی گرم — کھنچے تنبو قنات اور شامیانے
کھُلے توڑوں کے مُنہ فرطِ خوشی سے — لگے خوش ہو کے سب دولت لُٹانے
کئی دن تک رہا شادی کا عالم — مگر کچھ دن میں رُخ بدلا ہوا نے
یکایک اُڑ گئی دولت وہاں کی — دکھائی ذات اپنی بے وفا نے
غنی سے ہو گئے محتاج مرزا — گئے باہر کہیں کھانے کمانے
اکیلی رہ گئی وہ نامبارک — لگی اپنے چلن سے گھر چلانے
کبھی کاجل۔ کبھی تیل اور اُبٹنا — لگی بچے کو آئے دن لگانے
نہ سمجھا فائدہ نقصان اپنا — لگی ہر چیز بچے کو کھلانے

بڑھی بچے کی جب بے اعتدالی — خلل بھی پھر لگا صحت میں آنے
کھلائیں اُس کو چیزیں ناموافق — نکل آئے بدن میں اُسکے دانے
پڑا بیمار بچہ ماں کے ہاتھوں — بخار اُس کو لگا شدت سے آنے
دوا پرہیز سے بچتا وہ بچا — مگر مارا اُسے اِس ناسزا نے
جہالت کا بُرا ہو وہ محبت — عداوت تھی محبت کے بہانے
دوا درمن کو لوگوں نے کہا جب — لگی نادان ناک اور بھوں چڑھانے
سُنایا نام جس نے ڈاکٹر کا — چلی وہ گالیاں اُس کو سُنانے
لگی کہنے یہ کوئی اور شے ہے — نگوڑا "ڈانگدر"[1] کیا اس کو جانے
میرا ننھا کہیں نظر آگیا ہے — اسے صورت ہی ایسی دی خدا نے
پڑوسن اُسکی تھی اِک اور بے عقل — ملائی ہاں میں ہاں خوب اُس دوا نے
پلائیں گھٹیاں بے سمجھے بوجھے — لگیں پھر منتیں دونوں منانے
مزاروں پر ملوں کی چل کے پہنچیں — چلوں گی قبر پر چادر چڑھانے
گئی رمال۔ نالایق نجومی — سب آئے قسمتیں اپنی لڑانے
منگائے مولوی مُلّا سے جنتر — بُلائے دیس کے عامل سیانے
کبھی جب شاہ جی مسجد میں آئے — چلی خود پھونک بچے پر ڈلانے
کئی تعویذ سیّد سے منگائے — وہ سیّد جس نے دیکھے تھے زمانے
خدا کا نام تھا انمول ان میں — جنھیں وہ بیچتے تھے آنے آنے

---

[1] ڈاکٹر۔

کسی سے کوئی حکمت بن نہ آئی — ہوئے مایوس سب اپنے بگانے
ہوا آرام بیٹے کو نہ زنہار — لگی محنت نہ ماں کی ٹھکانے
کوئی اس بات کی تہ کو نہ پہنچا — یہ کیا اسرار تھا اللہ جانے
شکم کا عارضہ تھا بے زباں کو — مگر ماں نے دیا اس کو نہ جانے
دوا اسکا نام جو لیتا تھا کوئی — اُسی کو دوڑتی تھی کاٹ کھانے
جہالت سے پکا کر ڈھائی چاول — لگی نادان دال اپنی گلانے
زمانہ لاکھ سمجھاتا تھا اس کو — مگر اُس کی جہالت کس کو مانے
مرا بچہ مرا جاتا ہے لوگو — جلے پر اور تم آئے جلانے
کھڑا رہنے نہ دوں گی ڈاکٹر کو — یہی بیٹھی تھی اپنے دل میں ٹھانے
خبر گیری نہ اُس کی ہو سکی جب — خبر لی آکے بچے کی قضا نے
وہ بچہ چل بسا نادانیوں سے — لگی ماں پیٹنے اور خاک اڑانے
سُنا یہ حال جب تو فرطِ غم سے — کہا چلا کے اک مردِ خدا نے
"جو چاہو خیر لڑکوں کی تو پہلے — بٹھاؤ لڑکیاں اپنی پڑھانے"
کھلی ہے نیند کچھ فضلِ خدا سے — کچھ اب بدلی ہے کروٹ ڈنڈیا نے

غضب تھا یہ جہالت کا نتیجہ
ستم ہے جان لی بچے کی ماں نے

(طالب بنارسی)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ اس نظم سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۲۔ اس نظم میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کو اپنے الفاظ میں لکھو۔

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور ان کو فقروں میں استعمال کرو:۔
بختِ رسا، گھرانا، گھر بنانا، ہوا کا رُخ بدلنا، ناک بھوں چڑھانا، ہاں میں ہاں ملانا۔

رانی دروپدی

۱۔ تاریخ مہابھارت سے واضح ہوتا ہے کہ جب لڑائی میں دریودھن بھیم کے ہاتھ سے زخمی ہوا۔ اسوتھاما جو پانڈوں کے گرو درونا چارج کا بیٹا تھا۔ دریودھن کی طرف سے رات کے وقت پوشیدہ پانڈوں کے لشکر میں آکر دروپدی کے پانچوں لڑکوں کا سر کاٹ لایا۔

۲۔ دروپدی یہ ماجرا دیکھ کر واویلا کرنے لگی۔ تب ارجن نے اپنے بھائیوں کی وہ حالت اور دروپدی کا یہ درد دیکھ کر مضطر و بیقرار ہو۔ رتھ میں بیٹھ اسوتھاما کے سر کاٹنے کا عزم بالجزم کر کے اُس کا تعاقب کیا۔ اور جاتے ہی گرفتار کر لیا۔

۳- جب ارجن اسوتھاما کو رسّی سے باندھنے لگا تب سارتھی نے ارجن سے عرض کیا کہ "اس ظالم بے رحم نے سوتے میں لڑکوں کا سر کاٹا ہے - یہ لائق رحم نہیں ہے - آپ اس کے مارنے میں توقف نہ کیجئے - اور جو ارادہ کیا ہے اُسے پورا کیجئے" ارجن دست و پا بستہ آدمی کے مارنے کو جواں مردی سے بعید تصوّر کرکے اس کو اسی طرح زندہ دروپدی کے سامنے لے آیا-

۴- لیکن دروپدی کی عالی ہمّتی اور صبر و تحمل کو خیال کرنا چاہئے، کہ ایسے سخت مجرم کو حیوان کی طرح گرفتار اور سرنیچا کئے ہوئے شرمندہ روبرو کھڑا دیکھ کر افسوس کرکے اپنے شوہر ارجن سے بولی کہ "یہ تمھارے گرو دروناچارج کا بیٹا ہے اس کے مارنے کو تمھارا ہاتھ کس طرح اُٹھ سکتا ہے ؟ کیا اس کو مار کر اپنے خاندان کو بدنامی کا داغ لگاؤگے ؟ اس کو جلد رسّی سے کھول دو"

"تمھارے گرو کی بی بی اپنے شوہر کے غم میں دردمند اور دلریش ہو رہی ہے - ایسا نہ ہو کہ اُسے اب اپنے بیٹے کے درد میں میری طرح جلنا پڑے اولاد کے مرنے کا درد جس قدر ہوتا ہے میرا ہی دل خوب جانتا ہے - خدا کسی کو نہ دکھاوے"

دروپدی کی ایسی ہمّت اور تحمّل کی باتیں سن کر ارجن کی آتش

غضب بھی پانی ہو گئی - اور اسی وقت اسو تھاما کی رسّی کھول کر جان بخشی کی۔

(راجہ شیو پرشاد)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ اس واقعہ سے درو پدی کی عالی ہمتی کیونکر ثابت ہوتی ہے،

۲۔ اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:-

عزم بالجزم، تعاقب کرنا، جواں مردی، جان بخشی، گرو،

گلاب کا پھول

گلگشت باغ میں نظر آیا یہ صبحدم
اِک گُل فرازِ شاخِ چمن آشکار ہے

پوچھا یہ میں نے دیکھ کے اسکا فروغ حسن
"کس نازنین کا تو چراغِ مزار ہے

معلوم ہو رہا ہے گریباں کے چاک سے
شاید کسی کی خاک پہ تو سوگوار ہے"

کہنے لگا "کرے کوئی ماتم کسی کا کیا
اپنی ہی زیست کا نہیں کچھ اعتبار ہے"

میں نے کہا "ہمیشہ رہے یہ ترا شباب"
کہنے لگا کہ "چشم زدن کی بہار ہے"

میں نے کہا کہ "روح فزا ہے تری شمیم
کہنے لگا کہ اک نفسِ مستعار ہے"

پوچھا یہ میں نے "کان میں آتی ہے کیا صدا
بولا اجل اجل کی جہاں میں پکار ہے"

پوچھا "برنگِ شعلہ تو لرزاں ہے کس لئے"
بولا جگر میں زخم ہے پہلو میں خار ہے"

میں نے کہا کہ "زخمِ جگر کا ہے کیا سبب
کہنے لگا کہ تیغِ قضا سے فگار ہے"

میں نے کہا "پھری یہ چھری کس گناہ پر
اُس نے کہا مشیّتِ پروردگار ہے"

پوچھا یہ رو کے میں نے "کچھ اسکا نہیں علاج"
بولا یہ ہنسکے وہ "مجھے کیا اختیار ہے"

میں نے کہا کہ "حیف" تو کہنے لگا کہ "حیف

جائے قرار ہے نہ تو پائے قرار ہے"

(طبا طبائی)

سوالات

۱- اس نظم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان کو اپنے الفاظ میں لکھو،

۲- میں نے کہا "ہمیشہ رہے یہ ترا شباب   کہنے لگا کہ چشم زدن کی بہار ہے"

میں نے کہا کہ روح فزا ہے تری شمیم   کہنے لگا کہ اک نفسِ مستعار ہے"

ان اشعار کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرو،

۳- مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:-

گلگشت، چراغِ مزار، سوگوار، چشم زدن، مستعار،

بچّوں کی حکومت

۱- امریکہ میں بچّوں کی تربیت کا ایک نیا طریقہ نکالا گیا ہے - اِسے "بچّوں کی حکومت" کہتے ہیں - بچّوں کی حکومت سے مراد یہ ہے کہ بچّے اپنے سارے معاملے خود ہی طے کریں - یہ طریقہ مدرسوں میں جاری کیا گیا ہے - اور اب سے پہلے جن باتوں کی دیکھ بھال اُستادوں کو کرنی پڑتی تھی وہ اب طالب علم خود کرتے ہیں

۲- طریقہ یہ ہے کہ ایک اسکول کے سارے لڑکے مل کر چند قاعدے بنا لیتے ہیں - اِن قاعدوں کے مطابق لڑکوں ہی میں سے ایک پولیس کا افسر - ایک انسپکٹر - ایک جج انتظام کے لئے منتخب کر لئے جاتے ہیں - پھر سب ساتھ بیٹھ کر قانون بناتے ہیں - یہ قانون روزانہ کی معمولی باتیں ہوتی ہیں جو سب لڑکے جانتے ہیں کلاس میں شور و غل کرنا - دیواروں پر لکیریں کھینچنا - کھیل کے میدان میں شرارت کرنا، یا صاف نہ رہنا - اپنی سب چیزیں صاف نہ رکھنا یا دھوکا دینا - مدرسہ میں دیر کرکے آنا - جھوٹ بولنا - ان سب باتوں کے لئے سزائیں مقرر کی جاتی ہیں -

۳- جب پولیس کا افسر کسی لڑکے کو کسی قانون کے خلاف کوئی کام کرتے دیکھتا ہے تو اُسے روک دیتا ہے - اوّل تو یہی کافی ہوتا ہے لیکن اگر یہ کافی نہ ہو، تو پھر وہ اس لڑکے کو حکم دیتا ہے کہ تم فلاں وقت جج کے سامنے حاضر ہونا اور گواہ سے بھی موجود رہنے کو کہہ دیتا ہے - جب مقدمہ جج کے سامنے پیش ہوتا ہے تو جج پولیس کے افسر سے پوچھتا ہے، کہ اس نے کیا کیا؟ اور مجرم کو اس کا جواب دینے کی اجازت دیتا ہے اور گواہ کی شہادت سنتا ہے اس کے بعد فیصلہ سناتا ہے

۴- سزائیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں - کبھی تو جج سارے اسکول کے

لڑکوں کے سامنے مجرم کو ملامت کرتا ہے۔ یہ کافی سخت سزا سمجھی جاتی ہے اور لڑکے اس سے بہت گھبراتے ہیں۔ جس کسی کو یہ سزا ملتی ہے، وہ پھر آیندہ بہت کم کسی قانون کے خلاف کوئی کام کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ کبھی مجرم سے کہا جاتا ہے کہ سب کے سامنے توبہ کرے کہ اب کبھی ایسی حرکت نہ کرے گا۔ اگر کسی لڑکے نے کوئی زیادہ بُرا کام کیا ہے یا بار بار اس سے خطا سرزد ہوتی رہتی ہے، تو اُسے رائے دینے کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور وہ حکومت میں شریک نہیں رہتا۔ اور نہ کبھی اُس کا عہدہ دار بن سکتا ہے۔ کبھی کبھی اس سزا کے ساتھ ہی یہ بھی ہوتا ہے کہ جج تمام لڑکوں کو حکم دے دیتا ہے کہ مجرم لڑکے سے بات نہ کریں، کوئی سزا اس سے زیادہ سخت نہیں سمجھی جاتی۔

۵۔ تھوڑے ہی دن کے تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ "بچوں کی حکومت" ہر حیثیت سے بہت مفید ثابت ہوئی، کیونکہ بچے خود ہی سارے قانون بناتے ہیں، اس لئے انھیں توڑنا نہیں چاہتے۔ بہت سے لڑکے جو پہلے اپنے ماں باپ، اور اُستادوں کو تنگ کرتے تھے اب سیدھے ہو گئے، جو لڑکا کوئی کام قانون کے خلاف کرتا ہے، اُسے سب بُری نظر سے دیکھتے ہیں۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ جو لڑکا حکومت کے قانون کو توڑتا ہے، وہ سب کو نقصان پہنچاتا ہے،

۶۔ "بچوں کی حکومت" میں اُستاد کا بھی کافی حصہ ہوتا ہے، سارے قانون بنا کر اُسے دکھائے جاتے ہیں، اور اُسے اختیار حاصل ہے کہ چاہے جس قانون کو منسوخ کردے یا چاہے کوئی نیا قانون بنا دے، وہ جج کے کام کو بھی دیکھتا ہے اور اُسے کبھی کبھی رائے بھی دیتا ہے۔ اُستاد اور افسروں کے کام کی دیکھ بھال بھی کرتا رہتا ہے۔ اور اس طرح بچوں کی حکومت قائم ہونے سے اُستاد کے حقوق میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۷۔ انتظام کے اس طریقہ میں بچے بہت خوش رہتے ہیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ اُن کا برتاؤ اچھا رہتا ہے، وہ کچھ حکومت کے طریقوں سے بھی واقف ہو جاتے ہیں، اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ قانون کیوں بنائے جاتے ہیں آجکل ممالکِ متحدہ امریکہ، جنوبی امریکہ، جاپان وغیرہ ملکوں کے اکثر اسکولوں میں "بچوں کی حکومت" قائم ہے۔ مسٹر وِلسن ایل گل اس طریقہ کے موجد ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ہمارے وطن کے اسکولوں میں بھی "بچوں کی حکومت" قائم ہو جائے۔

(حامد اللہ افسر)

سوالات

۱۔ بتاؤ کہ "بچوں کی حکومت" میں لڑکوں کو کس قسم کی سزائیں دی جاتی ہیں اور کیا

سزا سے زیادہ سخت سمجھی جاتی ہے،

۲۔ بتاؤ کہ "بچّوں کی حکومت" کا اصل مقصد کیا ہے اور اس مقصد کے حصول میں اس طریقے
کس حد تک کامیابی حاصل ہوئی۔

۳۔ کیا بچّوں کی حکومت کے قیام سے اسکولوں میں اساتذہ کے اختیارات اور حقوق میں
کوئی فرق پیدا ہوگیا ہے، اگر فرق نہیں پیدا ہوا ہے تو بتاؤ کہ تمھارے نزدیک اس کا
سبب کیا ہے،

۴۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔
دیکھ بھال، گواہ، شہادت، ملامت کرنا، بری نظر سے دیکھنا،

تارے

آکاس کے نیلے منڈل پر جو تاروں کی گلکاری ہے
سچ اس کی کیا من لیوا ہے دیکھ کیسی پیاری پیاری ہے
اور کاہکشاں جو بیچ میں ہے وہ پھولوں کی پھلواری ہے
کیا نکھرا جوبن ہے کیا پیاری پیاری کیاری ہے
تسنیم نکل کر کوثر سے فردوس کے اندر ساری ہے
یا سمجھو دودھ بتاسوں کی آکاس پہ گنگا جاری ہے

اور تارے جب اِس ساگر پر کچھ ہنستے ہنستے آتے ہیں
منہ نور سے اپنا دھوتے ہیں، اور خالق کے گُن گاتے ہیں

کیا جگمگ جگمگ کرتی ہیں، قندیلیں اِن مہ پاروں کی
کیا جوت جھلا جھل ہوتی ہے، ان سندر روپ ستاروں کی
مت دانے ڈھنکے جان انھیں، یہ ہاٹ نہیں بنجاروں کی
یہ ہیرے جھم جھم کرتے ہیں، مت بوجھ پتنا انگاروں کی
کیا نوری نوری مشعل ہیں، ان پیارے پیارے تاروں کی
کیا جِھلمل جِھلمل کرتی ہیں فانوسیں شب بیداروں کی

کیا رُوپ انُوپ مزّین ہے جو محفل کو دکھلاتے ہیں
جھمکا کر رنگ شبستاں کا سب خالق کے گُن گاتے ہیں

(خواجہ دل محمد)

سوالات

۱۔ تاروں کے متعلق اس نظم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان کو اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۲۔ نسیم نکل کر کوثر سے فردوس کے اندر ساری ہے یا جھو دودھ بتاسو کی آکاش گنگا جاری ہے

اس شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۳۔ مندرجۂ ذیل الفاظ اور محاوروں کے معنی بتاؤ اور انھیں فقروں میں استعمال کرو:۔

من لیوا، کاہکشاں، گُن گانا، جگمگ جگمگ کرنا، شب بیدار،

ضمیمہ انوارِ ادب

فرہنگِ الفاظ

ایک بے تکلف دوست

ماحضر۔ جو کچھ کہ حاضر ہو، وہ کھانا جو وقت پر موجود ہو اور بلا کسی تکلّف کے حاضر کر دیا جائے۔

عرقِ نعناع۔ پودینہ کا عرق۔

ایک سوار کا نورجہاں کو جنگل میں پانا

صبیح۔ خوبرو و سفید رنگ، ضد ملیح،

راہبر اور راہزن

حذر۔ (بفتحتین) پرہیز کرنا، بچنا،

گفتگو

عیادت۔ (بکسر اوّل) بیمار پرسی،

مناظرہ۔ (بضم میم و فتح ظاء) کسی چیز کی حقیقت و ماہیت پر باہم نظر کرنا، یا فکر و غور کرنا، آپس میں بحث کرنا، اُس علم کو بھی کہتے ہیں جس میں مباحثہ کے قوانین مندرج ہوں،

سوچ سمجھ کر بات کرو

شماتت۔ (بہ فتح اول) کسی کے نقصان یا کسی کی تکلیف پر خوش ہونا،

توتے کی باتیں

مُستَقَر۔ ٹھہرنے کی جگہ، ٹھکانا،

معتمد۔ (بہ فتح میم دوم) جس پر اعتماد کیا جائے۔

مالِ غنیمت۔ لوٹ کا مال،

رابنسن کروسو۔ انگریزی زبان کے مشہور ادیب ڈینیل ڈیفو کا ایک افسانہ ہے جس میں رابنسن کروسو نے گھر سے بھاگ کر بحری سفر کیا ہے، راستہ میں طوفان آیا اور جہاز ٹوٹ گیا کروسو ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچ گیا اور وہاں ایک مدت تک تنہا زندگی بسر کرتا رہا اور مختلف طریقوں سے زندگی کی ضروریات مہیا کیں، آخر ایک انسان سے اس کی ملاقات ہوئی جس کو اُس نے اپنے ساتھ رکھا اور دوست بنایا،

سلطان فیروز

وصیّت۔ نصیحت کرنا، یا کسی شخص کا مرتے وقت اپنے کسی عزیز یا دوست سے کچھ کہنا کہ میرے مرنے کے بعد اس طرح کرنا،

حج۔ ذی الحجہ کے مہینہ میں کعبہ میں ارکان مقررہ کا بہ نیت عبادت ادا کرنا۔

اشعار ذوق

شیشۂ ساعت۔ ریت کی گھڑی۔

برسات اور پھسلن

اٹاری۔ کوٹھا، بالاخانہ،

تحریک فطرت

انغاروں۔ بہت کثرت سے، بے حد،

علم و ہنر کی ترغیب

مضمر۔ چھپا ہوا،

فی الجملہ۔ حاصل کلام، من وجہ،

سلیمان۔ حضرت داؤد کے بیٹے اور قوم بنی اسرائیل کے بادشاہ تھے، تمام جن و انس ان کے تابع تھے، یہ بھی روایت ہے کہ کسی چیونٹی نے ان کی اور ان کے تمام لشکر کی دعوت کی تھی،

استجابت۔ (بالکسر) قبول کرنا،

تحت الثریٰ زیر زمین سے عبارت ہے، ثریٰ (بہ فتح اول و ثانی) کے معنی ہیں خاکِ نمناک، سیلی زمین،

ایک خط

شعبدہ (بہ فتح اول و بہ فتح بائے موحدہ) جادو کا کھیل،

کیمیا گری۔ یا زرسازی، کیمیا وہ علم ہے جس میں مادّی چیزوں کی بہ ہیئت اجزائی بحث ہوتی ہے، یعنی یہ چیز کس عنصر سے مرکب ہے یا فلاں فلاں عنصر سے کون کون چیزیں

بن سکتی ہیں۔

دھرتی ماتا

پائیں باغ۔ وہ باغیچہ جو مکان میں اور مکان کی سطح سے نشیب میں ہو،

ایک ویران شہر پر بندروں کا قبضہ

جُھرمٹ۔ بھیڑ، انبوہ، حلقہ،

کمانچہ۔ محراب دار چھت، طاقچہ،

سراپردہ۔ (بہ قلب اضافت) پردۂ سرائے، خیمہ،

صنعت وحرفت

راس المال۔ سرمایہ تجارت،

پیشہ کا انتخاب

مانی۔ روم کے ایک مشہور مصور کا نام جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور نقاشی کو اپنا معجزہ قرار دیا تھا،

مہندس۔ وہ شخص جو علم ہندسہ جانتا ہو،

بابِل۔ (بکسر بائے دوم) کوفہ کے قریب ایک شہر کا نام، کہتے ہیں کہ وہاں ایک کنواں ہے جس میں ہاروت و ماروت دو فرشتے مقید ہیں،

حصن حصین۔ مضبوط قلعہ، حصن (بالکسر) جائے پناہ و قلعہ حصین (بہ فتح اول) بمعنی محکم و استوار،

موجوداتِ عالم کی تقسیم

جمادات۔ بے جان چیزیں، پتھر اور معدنی اشیاء۔

کسان

پٹیل۔ گاؤں کا سرغنہ، مقدم، چودھری

مقدم۔ پیش کرنے والا، چودھری،

اُلّو اور حضرت سلیمان کا مکالمہ

معمورہ۔ بستی، آبادی، شہر،

زادِ سفر۔ زادِ راہ، راستہ کا توشہ،

چنبیلی

سیج۔ وہ پلنگ جس پر سوتے وقت پھول بچھائے جاتے ہیں،

لمپ

تمدّن۔ شہر میں بود و باش کرنا، شہروں میں مِل جُل کر رہنا اور انتظام کرنا۔

چاند اور تارے

مزرع۔ کھیتی، کھیت،

اشہب۔ وہ سیاہ رنگ جس میں سفیدی غالب ہو، سبزہ گھوڑا،

اسکیمو

افراط۔ حدِ اعتدال سے بڑھ جانا، زیادتی، کثرت،

شست۔ ہدف، نشانہ، سیدھ،

زیب و زینت

مصاف۔ (مصف کی جمع ہے جس کے معنی ہیں صف باندھنے کی جگہ) لڑائی کا میدان، لڑائی، جنگ و پیکار،

بچپن، جوانی، بڑھاپا

لن ترانی۔ لفظی معنی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا، خدا تعالیٰ کے سوا یہ کلمہ دوسرے کو شایاں نہیں اس لئے مجازاً انسان کے حق میں اس کے معنی خودستائی، تعلّی، انانیت، شیخی وغیرہ ہو گئے۔

بو بک۔ بوڑھا، بے وقوف، نادان،

تتلی

طرفہ۔ نیا، عجیب، نادر، انوکھا،

ہرجائی۔ وہ جو ایک جگہ نہ ٹھہرے اور مارا مارا پھرے،

طہران

تمازت۔ (عربی تموز سے فارسیوں نے بنالیا ہے) گرمی، شدّت کی گرمی،

شاذونادر۔ کبھی کبھی، گاہے گاہے، اتفاق سے،

کوہِ نور۔ ہندوستان کے ایک بہت بڑے اور مشہور ہیرے کا نام جس کے برابر تمام دنیا میں اسوقت تک کوئی ہیرا دستیاب نہیں ہوا، ہندوستان میں دو ہیرے

مشہور تھے، ایک کوہِ نور دوسرا دریائے نور، یہ دونوں ہیرے ۱۷۳۹ء میں کرنال کی لڑائی کے بعد دہلی کی لوٹ سے نادرشاہ کے تصرف میں آئے تھے جو ان کو ایران لے گیا جن میں دریائے نور شاہِ فارس کے تاج میں ہے اور کوہِ نور شاہ شجاع کے ساتھ ہندوستان میں آیا، لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۱۳ء میں اس کو شاہ شجاع سے لے لیا، ۱۸۴۹ء میں یہ ہیرا سرکار انگریزی کے ہاتھ آیا،

تختِ طاؤس۔ اس تخت کا نام جسے شاہجہاں بادشاہ نے اپنی ایجاد سے بنوایا تھا، اس پر ایک مرصّع مور پنکھ پھیلائے ہوئے کھڑا تھا، یہ تخت نادرشاہ اپنے ساتھ ایران لے گیا،

جاہل ماں

جنتر۔ افسوں، ٹوٹکا، منتر،

رمّال۔ علم رمل کا جاننے والا، جوتشی نجومی،

رانی دروپدی

عزم بالجزم۔ پکّا ارادہ، مصمم قصد،

گلاب کا پھول

گلگشت۔ اصل میں بمعنی سیرِ گل ہے مجازاً بمعنی مطلق سیر مستعمل ہے۔

چشم زدن۔ پلک مارنا، لمحہ بھر، انیس کا شعر ہے ؎

کیا قہر تھا شمشیر کے ابرو کا اشارہ   اک چشم زدن میں اسے مارا اسے مارا

بچوں کی حکومت

شہادت۔ گواہی،

تارے

آکاس۔ آسمان، زمین و آسمان کے درمیان کی خالی جگہ،

کاہکشاں۔ وہ لمبی راہ جو رات کو آسمان پر نظر آتی ہے چونکہ وہ اس طرح معلوم ہوتی ہے گویا کوئی اس راہ سے گھاس گھسیٹتا ہوا چلا گیا ہے اور نشان پڑ گئے ہیں اس واسطے یہ نام ہوا حقیقت میں وہ چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جو غایت بُعد کے سبب اس طرح نظر آتے ہیں۔

تسنیم۔ بہشت کے ایک چشمے کا نام،

شبستان۔ خلوتخانہ، حرم سرا،